قہر کی دیوی

اکرم الہ آبادی

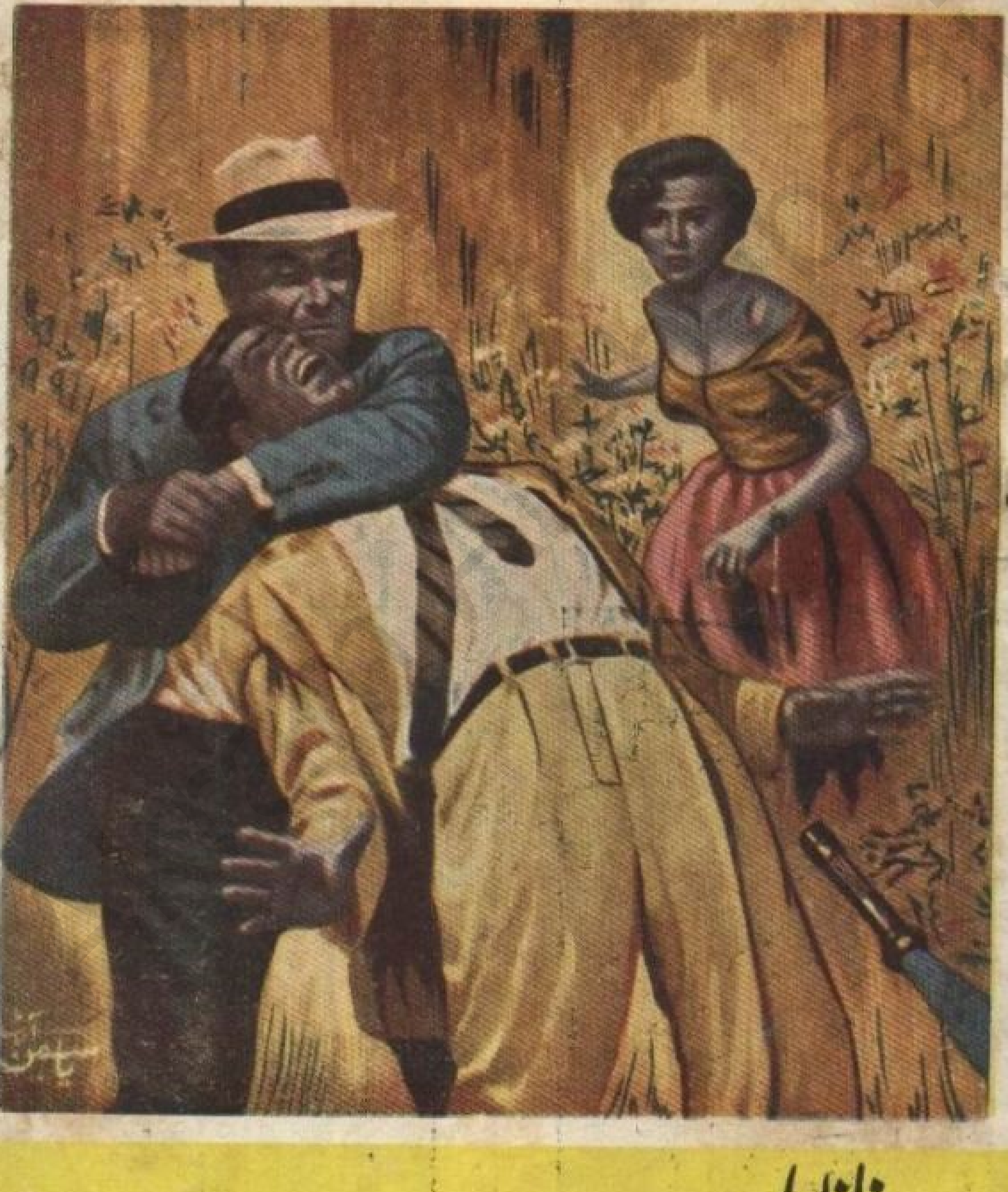

نیا ناول

جاسوسی دائرہ سیریز

قہر کی دیوی

Akram Allahabadi

اکرم الہ آبادی

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں ۔اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے ۔جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجمے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی ۔

پرنٹر:۔۔۔۔۔ممبئی ۔انڈیا

Akram Allahabadi

حیرتناک واقعہ

ماتا کالی کے مندر میں آج کالی پوجا جس دھوم دھام سے ہو رہی تھی، شاید ایسی اس شہر کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ آج وہ لوگ بھی پوجا میں آ گئے تھے جو دوسرے دیوی دیوتاؤں کو زیادہ مانتے تھے۔

مندر کے سامنے کا میدان، جس میں مندر کے دروازے کے سامنے ہی چبوترے پر کالی دیوی کا ایک دس فٹ اونچا مجسمہ نصب تھا، عقیدتمندوں سے کھچا کھچ بھرا تھا۔ چڑھاوے جو چڑھائے جا رہے تھے، ان پر دیوی کالی کی طرف سے مہا پجاری اپنا ہاتھ رکھ کر سویکار کر لیتا اور پھر اس کے آدمی انھیں ہٹا لے جاتے۔ پوجا دن ڈوبنے کے بعد شروع ہوئی تھی اور اس وقت جے کالی کیرتن، مجیروں اور مردنگ کی دہلانے والی آواز کے ساتھ جاری تھی۔ مجیروں کی جھنکار اور مردنگ کی ہر چوٹ میں جھوم جھوم کر رقص کرنے کے لیے آمادہ کر دینے والی ایک دھن سنائی دے رہی تھی۔

کالی کے پجاری پہلے اس شہر میں بہت تھوڑے تھے، مگر جب سے مہا پجاری شنکول اس مندر میں آیا تھا، عقیدتمندوں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ وہ بھاری جسم کا ایک قد آور گندمی رنگ کا آدمی تھا۔ اس کی پیشانی چوڑی اور بھنوئیں گھنی تھیں۔ جبڑے ذرا لٹکے ہوئے تھے اور اس کا سر دور سے کچے چھلے ہوئے ناریل یا انڈے کے چھلکے کی طرح صاف اور چٹیل نظر آتا تھا۔ سر کی طرح اس کا چہرہ بھی داڑھی مونچھوں سے بے نیاز تھا۔ جب وہ ہنستا تو بہت نرم مزاج اور باوقار نظر آنے لگتا اور جب سنجیدہ ہوتا تو خوفناک معلوم ہوتا۔ وہ صرف گیروے رنگ کی ایک چادر اپنے بدن پر ہر وقت لپیٹے رہتا اور اس کے دو چیلے ہر وقت اس کے پیچھے پیچھے رہتے۔ وہ اس کا بہت ادب کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ جب تک ان سے باتیں کرتے، ان کے سر جھکے

Akram Allahabadi

رہتے ۔وہ بہت کم بولتا اور نذرانے بھی صرف ’کالی پوجا‘ کے دن قبول کرتا ۔یہ پوجا مہینے میں ایک دن خاص اہتمام سے ہوا کرتی تھی ۔اور ویسے عقیدت مند لوگ تو روز ہی مندر میں آتے جاتے تھے۔

یہ مندر شاید سو برس پرانا ہوگا اور لوگ کہتے تھے کہ جب یہ بنایا گیا تھا ان دنوں اس کے آس پاس صرف چند دیہات آباد تھے۔مگر اب تو شہری آبادی یہاں تک پہنچ گئی تھی اور اس علاقے کو بھی شہری حدود میں ہی شمار کیا جاتا تھا۔مندر کے سامنے کی طرف ایک میدان تھا جس میں خشک گھاس اگی ہوئی تھی اور دائیں بائیں آم کے باغات تھے۔اس کے عقبی حصے میں ایک پہاڑی ٹیلہ تھا، جس پر ایک چھوٹی سی مضبوط پتھریلی عمارت بنی ہوئی تھی ۔پرانے لوگ کہتے تھے کہ یہ اس فقیر کی سمادھی ہے، جس نے خود کالی دیوی کا درشن کیا تھا۔بہر حال یہ سب زبانی روایتیں تھیں، ورنہ یہ عمارت کو کسی زمانے کی مغلیہ فوجوں کی سرحدی نگرانی کی چوکی معلوم ہوتی تھی، کیونکہ اس کے اندر قطار دار کمروں اور چبوتروں والے ایک ہال کے علاوہ ایک چھوٹا سا اسلحہ خانہ (میگزین) اور ایک غذائی اسٹور بھی بنا ہوا تھا۔یہ تحقیق محکمۂ آثارِ قدیمہ والوں کی تھی، ورنہ یہاں بسنے والے پرانے لوگ تو اسے ماننے کے لیے تیار ہی نہ تھی ۔وہ اسے پیر فقیر کی سمادھی سمجھتے تھے اور اس کے ہال نما حصے میں بنے ہوئے چبوتروں کو اس کے چیلوں کی سمادھیاں بتاتے تھے۔آبادی کی اکثریت اہلِ ہنود کی تھی، جن میں کالی کے ماننے والے بہت کم تھے، لیکن اس مندر کے اطراف میں بسنے والوں میں زیادہ تر لوگ بھی اس کے عقیدت مندوں میں تھے۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ وہ کالی دیوی کو ماننے کے ساتھ اس پیر فقیر کی سمادھی کا بھی بڑا احترام کرتے تھے اور اکثر جا کر باہر سے ہی اس پر پھول وغیرہ پھینک کر مرادیں وغیرہ مانگتے رہتے تھے۔ایک نامعلوم سی وہم پرستانہ دہشت کی وجہ سے ان میں سے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ اس عمارت کے اندر جاتے ۔وہ کسی نے آدمی کو بھی اندر نہیں جانے دیتے تھے، بلکہ پہلے ہی اسے اپنی مشہور روایات سنا کر خوفزدہ کر دیا کرتے تھے ۔مثلاً وہ فقیر بڑا صاحبِ جلال تھا، کوئی اس

Akram Allahabadi

کے پاس جاتا تو اسے اپنے بدن میں آگ سی لگی معلوم ہونے لگتی۔اوراس کی سمادھی میں داخل ہونے والوں پر نہ جانے کیا کیا اثرات ہو جاتے ہیں،وغیرہ وغیرہ۔

مگر جب مہا پجاری شنکول، جو چھ ماہ قبل پچھلے سال میں یہاں آیا تھا،اسی عمارت میں ٹھہرا اور کئی دنوں تک کچھ بھی نہ ہوا، بلکہ وہ اور مضبوطی سے جمتا گیا،تو لوگ اسے بھی صاحب کمال سمجھ کراس کے معتقد ہونے لگےاور معتقدین کا یہ حلقہ بڑھتا ہی گیا۔ورنہ اس سے پہلے تو اس مندر میں کوئی پجاری بھی نہ رہتا تھا۔

یہ عمارت مندر سے صرف دو تین قدم کے فاصلے پر تھی،اس لیے مہا پجاری جب چاہتا مندر میں چلا آتا اور جب چاہتا قیام گاہ میں چلا جاتا۔اس کے چیلے بھی اس کے ساتھ رہا کرتے تھے۔آج یہاں اس قدر ہجوم کی وجہ یہ تھی کہ آج کے دن کے لیے مہا پجاری شنکول نے کالی کے پجاریوں سے ایک عجیب سا وعدہ کیا تھا۔اور کیونکہ پجاریوں نے یہ بات دور دور تک پھیلا دی،اس لیے شہر کے دوسرے حصوں سے بھی بے شمار آدمی شنکول کے اس عجیب وعدے کو پورا ہوتے دیکھنے آپہنچے تھے۔ان میں وہ بھی تھے جو کالی کو نہیں مانتے تھے۔

ایک ہفتہ قبل مہا پجاری نے کہا تھا۔"مائی نے مجھے سپنے میں درشن دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مجھ سے بہت خوش ہےاور چاند کی ۱۷ ویں اندھیری رات کو سب کے سامنے مجھے جیتا جاگتا درشن دے گی۔" بات کچھ عجیب سی تھی، کیونکہ مذہبی دیوانے ہوتے ہوئے بھی لوگ بیسویں صدی میں رہ رہے تھے۔وہ روایتی عقیدت تو رکھتے تھے،مگر مافوق الفطرت باتوں کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔

پھر بھی ان کی بیتاب نگاہیں،آنکھیں بند کیے کالی کی مورتی کے سامنے دوزانو بیٹھے ہوئے، مہا پجاری شنکول اور کالی کی مورتی پر لگی ہوئی تھیں۔بھجن اوراس کے ساتھ مردنگ اور مجیروں کی آوازیں تیز ہوتی جارہی تھیں۔سنکھوں کے کان پھاڑ شور نے میدان کو سر پر اٹھا لیا تھا۔اسی وقت ایک سر تا پا سفید باریک لباس میں ملبوس بہت خوبصورت نقوش والی ایک کھلے

Akram Allahabadi

ہوئے رنگ کی لڑکی بھی پوجا کے لیے جمع ہونے والوں کی اگلی صف میں کھڑی مہا پجاری اور کالی کی مورتی کو گھور رہی تھی۔ اس نے ابھی تک پوجا میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ شاید وہ کالی کے ماننے والوں میں سے نہ تھی۔

مردنگ کی گونج لوگوں کے کان پھاڑنے لگی اور مجیروں کی جھنکار اتنی تیز ہوگئی کہ مہا پجاری کے اشلوک بھی اس میں مدغم ہو گئے، مگر اسی وقت لوگ حیرت و خوف سے چونک پڑے۔ پجاری اچانک سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو کر ابلی پڑ رہی تھیں اور وہ بار بار اپنے سر کو جھٹکے دے رہا تھا۔

"کالی ماں۔" وہ ایک بار زور سے چیخا۔ اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کی آنکھیں بھی آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ اپنی آنکھوں سے ایک حیرت انگیز تماشہ دیکھنے لگے۔ کالی کی مورتی کے ٹھیک اوپر آسمان سے ایک سیاہ انسانی سایہ نیچے آرہا تھا۔ بالکل جیسے کوئی ہوا میں کھڑے کھڑے تیرتا ہوا نیچے اتر رہا ہو، یا جس طرح ایک اوپر پھینکا ہوا غبارہ آہستہ آہستہ نیچے آئے۔ پہلے تو وہ تاریکی کی وجہ سے انھیں صاف نظر نہ آسکا، لیکن جیسے جیسے وہ قریب آتا گیا۔ وہ اور چونکنے اور خوفزدہ ہوتے گئے۔ وہ 'کالی دیوی' کا ہی سایہ تھا، جس کی چمکتی ہوئی بڑی بڑی خوفناک آنکھیں اور جس کے چار ہاتھ انھیں دور سے ہی نظر آنے لگے۔

"جے کالی مہا کالی۔" مہا پجاری شنکول نے نعرہ مارا اور زمین پر جھک گیا۔ اور اس منظر سے کالی دیوی کے غیر معتقد لوگ بھی اس وقت اس قدر متاثر اور وحشت زدہ ہو گئے کہ دوسروں کے ساتھ وہ بھی زمین پر جھک گئے۔ سارا میدان 'جے کالی مہا کالی' کے نعروں سے گونجنے لگا اور آسمان سے اترتی ہوئی کالی دیوی ٹھیک مورتی کے سامنے چبوترے پر اس طرح آکر ٹھہری کہ اس نے مورتی کو ڈھانپ لیا۔ اس کی خون میں لتھ پت سرخ زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور بڑے بڑے سفید دانت چمک رہے تھے۔ اس کا سیاہ لوہے جیسا چمکدار بدن اپنے چار ہاتھوں کے ساتھ بڑا بھیانک نظر آرہا تھا۔ اس کے نچلے دو ہاتھوں میں سے ایک میں آدمی کا سر

Akram Allahabadi

لٹک رہا تھا، جسے اس نے بالوں سے تھام رکھا تھا، اور جس کی کٹی ہوئی گردن سے خون ٹپک رہا تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک چمکتی دھار والا کھانڈا تھا، جس کے سرے پر خون کی سرخی تھی۔ اس کے اوپری دو ہاتھ جو اس کے دونوں بازوؤں کے پیچھے سے شروع ہوئے تھے، اوپر کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کی انگلیوں میں ایک ترشول تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک کنول کا پھول۔ اس نے ایک نظر عقیدت سے جھکے ہوئے ہجوم پر ڈالی اور پھر اس کے حلق سے گونجتی ہوئی آواز نکلی۔

"اٹھو، مہا پجاری، ہم تم سے بہت پرسن (خوش) ہیں۔ ہم نے تمھیں درشن دینے کا وچن دیا تھا، لو ہم سامنے ہیں۔ مانگو، کیا مانگتے ہو۔"

"ماتا۔" پجاری سیدھا ہوتے ہوئے کالی کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔

"میں اپنے لیے کچھ نہیں چاہتا، بس اتنی بنتی ہے کہ بھٹکتے ہوؤں کو اپنا راستہ دکھا دے اور اپنے ماننے والوں کے گھر خوشی سے بھر دے۔ میں ان سب لوگوں کے لیے تیری دیا مانگتا ہوں۔"

پجاری یہ کہتے کہتے گڑگڑانے لگا۔ لوگ بھی اب سیدھے کھڑے ہو گئے تھے اور عقیدت سے اپنے ہاتھ جوڑے ہوئے تھے۔

"مگر یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو دل سے مجھے نہیں مانتے، وہ میرے کرودھ (غصے) کو للکار رہے ہیں۔" کالی نے ایک نظر چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں، دیوی، اپنے پجاری کی بات رکھ لو۔ ست (سچ) کون نہیں جانے گا۔ جو آج اندھیرے میں ہیں، وہ کل آپ سے آپ تمھارے چرنوں میں آ گریں گے۔ انھیں شما (معاف) کر دو، ماتا۔ وہ ناوان ہیں۔" پجاری نے گڑگڑا کر التجا کی۔

"ہم نے تجھے وچن دیا ہے، سو پورا ہو گیا۔"

"ماں، کلجگ میں گھور پاپ ہو رہا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کو دکھ دے رہے ہیں، اس کا سدھار کرو، ماں۔"

Akram Allahabadi

"جو آپ نہ سدھریں گے میں ان کا سر وناش کروں گی۔" کالی کا لہجہ غضبناک ہو گیا۔

"شانتی، ماتا، شانتی۔ تم دیا کرو گی تو وہ ضرور ایک دن سدھر جائیں گے۔" پجاری پھر اس کے سامنے جھکتے ہوئے بولا۔

"جے ہو ماتا... جے ہو ماتا۔" مجمع میں سے اسی وقت کوئی چلایا۔ اور پجاری اس کی طرف پلٹ کر دیکھنے لگا۔ وہ ایک پریشان سا ادھیڑ عمر کا آدمی تھا جس کے بدن پر پھٹے کپڑے تھے۔

"آگے آؤ، بندھو۔ کیا بنتی ہے؟ ماں سے کہو۔" مہا پجاری نے نرمی سے اسے مخاطب کیا اور وہ آگے بڑھ آیا۔

"میں دکھوں سے تنگ آ گیا ہوں، دیوی۔ میرے گھر میں فاقے تک ہونے لگے ہیں۔" وہ یہ کہتے کہتے رونے لگا۔ لوگ اس منظر کو بڑی توجہ سے دیکھ رہے تھے۔

جواب میں کالی نے منہ سے شعلہ چھوڑا اور پجاری کی طرف دیکھنے لگی۔

"تمہارے دکھ دور ہو جائیں گے، بندھو۔ ماتا پرسن ہے۔" مہا پجاری نے دیوی کی اس ادا کا مطلب سمجھایا۔ اور وہ 'جے ہو ماتا... جے ہو کالی ماتا' کہتا ہوا وہیں زمین پر جھک گیا۔

"مجھے بھی اپنے چرنوں میں لے لو، ماتا۔" ایک نرم و نازک سی آواز سنائی دی۔ وہ وہی سفید لباس والی خوبصورت سی لڑکی تھی، جو اب آگے بڑھ کر کالی کے سامنے جھک گئی تھی۔

"میں اب تک راستہ بھٹکی ہوئی تھی، ماں۔ تمہارے درشن نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ آج سے میں تمہاری سیوا کیا کروں گی۔" وہ عقیدت سے لرزتی ہوئی آواز میں کہنے لگی اور مجمع پر سناٹا چھا گیا۔

"میرے مہا پجاری کی سیوا کرنے والا ہی مجھے پرسن کر سکتا ہے۔ اس نے جنم بھر تن من دھن سے میری سیوا کی۔" کالی نے جواب میں مہا پجاری کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں تمہارا داس ہوں، دیوی، ایک منش۔"

"میں تمہیں شکتی دیتی ہوں، مہا پجاری۔ تم جو چاہو گے وہ ہوا کرے گا۔"

Akram Allahabadi

"جے ماتا۔" مہا پجاری کے منہ سے فرطِ مسرت سے نکلا۔

"میں بابا کے چرن دھودھو کر پیونگی، ماں۔" لڑکی نے مہا پجاری کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"تمہارا کلیان ہوگا۔" کالی نے یہ کہا اور پھر اس کے منہ سے شعلے نکلنے لگے۔لوگ سہمے ہوئے اور پرعقیدت نظر آرہے تھے۔

مہا پجاری نے مورتی کے سامنے رکھے ہوئے پتھر کے بڑے سے پیالے میں بہت سا عود مٹھیوں میں بھر کر ڈال دیا اور آنکھیں بند کر کے دیوی کے سامنے دوزانوں ہو کر کچھ اشلوک بڑبڑانے لگے۔پتھر کے بڑے کٹورے سے دھوئیں کے بادل اوپر اٹھنے لگے اور اسی دھوئیں سے ایک سنسناہٹ کے ساتھ کالی دیوی کا زندہ وجود پھر اوپر اٹھ کر آسمان کی طرف بلند ہونا شروع ہوا۔لوگ والہانہ، جے کالی ماتا جے مہا کالی، کے نعرے لگانے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے کالی کا وجود اوپر جا کر رات کی تاریکی میں نظروں سے دور ہو کر مدغم ہو گیا۔

لوگ بے تحاشا مہا پجاری پر ٹوٹ پڑے۔کوئی اس کے ہاتھ چوم رہا تھا،کوئی اس کے گیروے کپڑے کا دامن۔وہ لڑکی مہا پجاری کے پاس ہی آ کھڑی ہوئی تھی۔اور مہا پجاری اس ہجوم سے جان چھڑا کر مندر میں چلے جانے کی کوشش کر رہا تھا،لیکن اس ہجوم میں ایک آدمی ایسا بھی تھا جو مہا پجاری کو نفرت انگیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔وہ اس کے قریب سے گزرتے ہوئے بڑبڑایا۔اس کے ساتھ ایک دوسرا قد آور آدمی بھی تھا۔

"ڈھونگ ہے،ڈھونگ۔بھلا یہ بھی کوئی ان شعبدوں کا دور ہے؟"

مہا پجاری نے گھوم کر خونخوار نظروں سے دیکھا اور پھر چیخ اٹھا۔

"تم نے دیوی کا اپمان کیا ہے،ٹھہرو۔"

"وہ دونوں ٹھہر گئے اور پلٹ کر لاپرواہی سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔وہ ان کے قریب آ گیا۔

"تم ابھی کیا کہہ رہے تھے؟" مہا پجاری نے انھیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ہاں، کہہ رہے تھے۔ بنگال کے جادوگر لوگوں کو ایسے ہی شعبدے دکھا کر بیوقوف بنایا کرتے ہیں۔" وہ آدمی اکڑ کر بولا۔

"میں جادوگر نہیں ہوں، نہ بنگالی ہوں۔ تم نے کالی ماتا کا اپمان کیا ہے اس کا پراسچت کرو، ورنہ بھگتو گے۔" مہا پجاری نے سرخ آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ کر رعب دار آواز میں کہا۔ "ہونہہ..." یہ کہہ کر سر کو جھٹکتا ہوا وہ آدمی آگے بڑھا ہی تھا کہ ایک ساتھ سینکڑوں آدمی دونوں پر ٹوٹ پڑے۔

"ٹھہرو، میرے بچو، ایسا نہ کرو۔ ٹھہرو، الگ ہٹ جاؤ۔" پجاری نے فوراً ہی اونچی آواز میں انھیں منع کرنے لگا۔

"نہیں، گرو دیو، ہم انھیں جیتا نہیں چھوڑیں گے۔ یہ ناستک ہیں۔" ایک شدید قسم کے معتقد آدمی نے پلٹ کر جواب دیا۔

"کالی ماں خود انھیں ڈنڈ دے گی۔ ہم انھیں سزا دینے والے کون ہیں۔ چھوڑ دو انھیں۔" مہا پجاری نے یہ الفاظ اس راہبانہ انداز سے کہے کہ وہ لوگ ان دونوں آدمیوں کو چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ انھوں نے منہ سے ایک لفظ نہ کہا۔ صرف خون آشام نگاہوں سے مہا پجاری کو گھورتے ہوئے مجمع میں سے نکل گئے۔

اس گڑبڑ میں مہا پجاری کا موڈ کچھ خراب ہو گیا تھا، اس لیے وہ واپس لوٹ کر مندر میں داخل ہو گیا۔ وہ لڑکی بھی اب اس کے پیچھے ہی تھی۔ ایک چیلے نے اسے سب کے سامنے روکنا بھی چاہا، لیکن اس نے اسے یہ کہہ کر جھڑک دیا۔

"اب میں بھی گرو دیو کے چرنوں میں رہ کر دیوی کی سیوا کرونگی۔ مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔"

☆☆☆☆☆☆

دال گل گئی

"رب کا شکر ادا کر بھائی..."

"جس نے ہماری بھینس بنائی۔" بالے نے شوکت کا مصرعہ پورا کر دیا۔ وہ جھنجلا اٹھا۔

"تمھیں تو خان بس گائے بھینس ہی نظر آنے لگی ہیں۔ اب یہ یعنی کہ وہ جو کہا ہے کسی نے سوال گندم جواب چنا۔"

"تو پھر تم رب کا شکر کس کے لیے ادا کر رہے تھے؟" بالے نے معصومت سے پوچھا۔

"اے لو، اللہ نے دو دو دی ہیں پھر نظر نہیں آتا، میاں خاں۔ کسی آکٹوپس کمپنی جا کے آنکھوں کا علاج ملاج کراؤ۔"

"آکٹوپس کمپنی؟"

"ارے ہاں، لو، یہ بھی نہیں مالوم۔ یانی کہ وہ چشمے وشمے بکتے ہیں۔ جہاں اور آنکھوں کے ڈاکٹر بھی..."

"اوہ.. آپٹیکل کمپنی۔"

"میں انگریزی کا پروفیسر نہیں ہوں، جو یاد آیا، بول دیا، جاؤ۔"

"اچھا تو پھر؟"

"پھر کیا میرا سر؟ ارے، وہ اتنی بڑی سبز پری نہیں نظر آ رہی ہے تمھیں؟ وہ اس میز پہ، یانی کہ وہ جو کہا ہے کسی شائر نے..."

"بس بس، تم اپنی شاعری تو رہنے ہی دو۔" بالے نے اسے بات کرتے کرتے

روک دیا۔

"کاہے کو رہنے دوں، کسی کے باپ کا نوکر ہوں کیا؟ جو جی میں آئے گا، بکوں گا۔"

"اچھا تو بکو۔"

"نہیں فرماؤں گا۔"

"اچھا یوں ہی سہی، فرماؤ، کون سے شاعر نے کیا کہا ہے؟"

"کو چھ نہیں کہا ہے۔" شوکت برا مان کر پھر اس میز کی طرف دیکھنے لگا، جس پر ایک سبز ساڑھی میں ملبوس ایک خوبصورت اور جوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کھلے ہوئے رنگ کی گول چہرے والی ایک تیس بائیس سالہ لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ عمر کا یہ اندازہ اس کے پر وقار رکھ رکھاؤ اور اس کی تکمیل شباب کو پہنچی ہوئی جسامت سے ہی لگایا جا سکتا تھا، ورنہ چہرے سے تو وہ کمسن، نوخیز اور شوخ نظر آتی تھی۔ وہ اس میز پر اکیلی نہ تھی، اس کے ساتھ ایک منحنی سا ادھیڑ عمر سیاہ فام آدمی بھی تھا، جس کے سیاہ لباس نے اس کی جلد اور کپڑوں میں بہت تھوڑا امتیاز باقی رکھا تھا۔ شوکت اس کی شان میں شعر کہنے جا رہا تھا، لیکن بالے کے ٹوک دینے سے اس کا دماغ الٹ گیا۔ جس وقت بالے اس کا مذاق اڑانے یا اسے چھیڑنے کے موڈ میں ہوتا اس وقت شوکت اس قدر رضامندی ہو جاتا تھا کہ اس سے جو کہا جاتا وہ اس کا الٹا ہی کرتا، چاہے نتائج کچھ بھی ہوں۔ بالے اس وقت خود ہی اسے کیفے ایسٹرن میں لایا تھا۔ یہ ہوٹل اور تفریح گاہ سمندر کے کنارے نئی نئی تعمیر ہوئی تھی اور اسے جدید ترین مغربی ڈزائن پر بنایا گیا تھا۔ اس کا افتتاح ہوئے ابھی بمشکل دو ہفتے ہی ہوئے تھے، لیکن کیونکہ ایک شاندار ہوٹل کی وجہ سے اس کے لوازمات بھی شاندار تھے، اس لیے صرف صاحبِ حیثیت لوگ ہی یہاں آتے تھے۔ عام لوگ تو باہر سے ہی اس کی تعریف کرتے گزر جاتے۔

بالے بھی اس ہوٹل کی تعریف سن کر کئی دنوں سے یہاں آنے کا پروگرام بنا رہا تھا، لیکن خان جیسے غیر تفریح پسند آفیسر کی ماتحتی میں اسے ان دنوں ایسے فرصت کے مواقع ہی کم

نصیب ہو رہے تھے۔آج اگر اتوار نہ ہوتا تو شاید وہ آج بھی نہ آپاتا۔اور کبھی کبھی تو کئی کئی ہفتوں تک یومِ تعطیل کا تصور کرنے کی نوبت بھی نہ آتی تھی۔

مگر آج خان کسی نجی کام سے پونہ چلا گیا تھا،اس لیے اسے دوسرے دن کی صبح تک مکمل آزادی نصیب ہوگئی تھی۔اکیلے تفریح کرتے بھی اسے لطف نہ آتا تھا۔اوران موقعوں پر اسے اگر کوئی اپنی دوست لڑکی یا نئی پہچان نہ ملتی تو وہ زبردستی شوکت کو پکڑ لاتا اوراس کے ساتھ کچھ خود بور ہوتا اور کچھ اسے بور کرتا۔یہ بوریت محض شوکت کے ایور ریڈی عشق کی وجہ سے ہوا کرتی تھی۔شوکت ایک لکھ پتی ٹھیکیدار ہوتے ہوئے بھی لڑکیوں کے معاملے میں بڑا غریب اور مسکین واقع ہوا تھا۔اول تو اس کے بے ڈول شخصیت کی وجہ سے کوئی لڑکی اس سے دلچسپی نہیں لیتی تھی، دوسرے اس کا اندازِ تکلم کچھ ایسا تھا کہ زیادہ شائستہ لوگ اس سے گھبرانے لگتے۔ حالانکہ فطرتاً وہ سیدھا سادہ اور بے ضرر قسم کا آدمی تھا۔نسلاً وہ بھوپال کے ایک جاگیردار خاندان سے تھا،اس لیے ناز ونعم کی پرورش میں زیادہ تعلیم حاصل نہ کرسکا تھا۔رئیسانہ مزاج کے ساتھ ساتھ لاپرواہی، بے تکلفی اور لاابالی پن بھی اس کا حصہ بن چکے تھے۔سارجنٹ بالے سے اس کی دوستی کافی پرانی تھی۔اور دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔وہ آپس میں جس قدر بے تکلف تھے، اتنے ہی پر خلوص بھی۔بالے شوکت کو اکثر ستاتا رہتا،لیکن دونوں میں کبھی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔اور شوکت کو بھی کسی بات پر غصہ آبھی جاتا تو صرف چند منٹوں کے لیے۔

بہر حال شوکت اس وقت اس سبز پری پر اگر مستقلاً نہیں تو عارضی طور پر بھی مر مٹنے میں حق بجانب تھا۔کیونکہ وہ تھی ہی اتنی پر کشش کہ اسے ایک نظر دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کو خواہ مخواہ جی چاہتا۔

"بیٹے،تم تو کیا، اسے تو زاہد صد سالہ بھی دیکھ لے تو سو جانوں سے قربان ہوجائے۔"بالے نے بھی شوکت کی سبز پری کو دیکھ کر اس کی تعریف کی۔

"کائے کو زاہد سد سالا کائے کو قربان ہوجائے ہم ٹمیں توڑ دوں گا اس کا۔"

Akram Allahabadi

"کس کا؟" بالے نے بھولے پن سے پوچھا۔

"وئی زاہد ساہد مائد کا۔ اس کا نام زاہد ہوگا تو اپنا بھی نام شوکت میاں خان ہے، ہاں۔"

"اچھا، فرض کر لو کہ میں ہی مر مٹوں؟" بالے نے اسے اور گرم کرنا چاہا۔

"دوسرا دروازہ دیکھو میاں خاں۔ نہیں تو تم سے بھی ڈول انڈی سن ہو جائے گی۔"

شوکت نے منہ بنا کر بالے کو بھی چیلنج کیا۔

"کیا ہو جائے گی؟"

"ڈول انڈی سن۔" شوکت اکڑ کر بولا۔

"یہ کیا بلا ہوتی ہے؟"

"بلا نہیں ہوتی، میں نے خود پکچر دیکھا ہے، انگریزی کا۔ ایک لونڈیا پے ہی دن دوپہر میں پستول چل گئے تھے۔" شوکت نے فلم 'ڈول ان دی سن' کی تشریح کی۔

شوکت کے اس جواب پر بالے کو پیٹ پکڑنا پڑا، لیکن بڑی صفائی سے وہ اپنی ہنسی کو منہ پھیر کر کھانسی کی آڑ میں چھپا گیا، ورنہ شوکت کا بھیجا اس وقت اور کھسک جاتا۔ اس نے دیکھا وہ لڑکی بھی اس وقت ان کی میز کی طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید وہ اپنے اس ادھیڑ عمر سیاہ فام ساتھی سے اکتائی ہوئی تھی، یا ممکن ہے وہ شوکت کے اس بے تحاشا گھورنے پر اس طرف متوجہ ہوئی ہو۔

"بالے بھائی، اللہ قسم دیکھ رہی ہے سالی ادھر۔"

"سالی ہے تو کیوں نہ دیکھے گی۔"

"ارے جاؤ، سالی ہوگی تمہاری سالی، میری تو وہ ہے۔" یہ کہتے کہتے اس کا لہجہ کچھ رازدارانہ ہو گیا۔

"وہ کیا؟"

"ارے وئی۔" وہ کہتے ہوئے جھجکنے لگا۔ "یانی کہ سوویٹ ہارٹ۔" اس نے آگے کی

طرف جھک کر کہا۔

"مگر وہ تو مجھے دیکھ رہی ہے۔" بالے کرسی پر پہلو بدل کر اس لڑکی کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ارے جاؤ، تلیا (چھوٹا تالاب) میں منہ دھو کر آؤ، میاں خاں۔ یہ میرا جذبِ دل ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یعنی، بیانی کے وہ جو کہا ہے کسی شاعر نے..."

"پھر شعر نازل ہوا تم پر۔"

"ہاں جاؤ ہوا، بیانی کہ:

جذبِ اے عشق سلامت ہے تو انشاء اللہ
کچے دھاگے میں بندھے ہوئے سرکار آئینگے چلے

شوکت نے شعر کی ٹانگ توڑ دی۔

"سبحان اللہ، سبحان اللہ، اب اپنا یہ شعر تم اس لڑکی کو بھی سنا ڈالو، پھر وہ کچے دھاگے کے بجائے پکی رسی سے بندھی چلی آئے گی۔"

"اللہ قسم۔"

"سنا کر دیکھو۔"

"مگر کیسے سناؤں، بالے بھائی؟ وہ تو غصے سے گھورتی ہے۔" شوکت نے دوبارہ اس لڑکی کی طرف دیکھ کر بے بسی سے کہا۔

"گدھے، یہ پیار کا غصہ ہوا کرتا ہے، عورت اوپر سے کچھ ہوتی ہے اندر سے کچھ۔"

"نہیں، سچ؟"

"تمہاری سبز پری کی قسم۔"

Akram Allahabadi

"ہائے ہائے، پھر کہنا، ایک بار، تمہاری سبز پری، یا نی کہ میری۔"

"ہوئی کھوپڑی آؤٹ پھر۔"

"نہیں تو، اچھا تو سنا دوں اسے یہ شعر؟"

"ضرور۔"

"مگر کیسے؟"

"ہم... یہ تو ذرا ٹیڑھا سوال ہے، مگر ہاں آسان تو ہے طریقہ۔"

"ارے تو بتاؤ نا، یار جلدی سے۔"

"بس تم اٹھ کر اس کی میز کے گرد چکر لگانے لگو اور یہ شعر گنگناؤ، وہ خود سن لے گی۔"

بالے نے بتایا۔

"ترکیب تو اچھی، مگر لوگ دیکھ کر کیا کہیں گے۔"

"بس ایسی حرکتیں کرنا، جیسے چاروں طرف گھوم گھوم کر ہال میں کسی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"بس بس سمجھ گیا، تھینکیو، تھینکیو۔"

یہ کہتا ہوا شوکت اٹھ کھڑا ہوا اور کسی کو تلاش کرنے والے انداز سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا اس میز کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ لڑکی اس وقت اپنے ساتھ سے کچھ گفتگو کرنے میں مشغول تھی۔ اس نے شوکت کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ اور شوکت اس کی میز کے چاروں طرف گھومنے لگا۔ وہ اسی بگڑے ہوئے انداز سے اس شعر کو گنگنا رہا تھا اور بتدریج اس کی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی۔ پہلے تو اس لڑکی نے اس کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں کی، لیکن کچھ دیر بعد اس نے بار بار شوکت کو آس پاس ٹہلتے دیکھ کر چونک کر اس کی طرف دیکھا تو شوکت اس سے نگاہ ملتے ہی بوکھلا گیا۔ اس کے منہ سے الٹے سیدھے الفاظ نکلنے لگے۔ اس وقت وہ کہہ رہا تھا:

یہ جذبے میں سلامت ہے تو سرکار، مجھیں یانی کہ عشق، انشاءاللہ

کچھے تاگے میں بندے ہوئے آ بگینے سرکار... سرکار

اور نہ جانے کیوں اس کی اس احمقانہ حرکت پر وہ لڑکی ہنس پڑی اور اس کی طرف اشارہ کر کے اپنے ساتھی سے کچھ کہنے لگی۔ اس کا ساتھی فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ شوکت تو اس کی ہنسی کو اپنی کامیابی کا پیش خیمہ سمجھ کر دل ہی دل میں بالے کو داد دینے لگا تھا، مگر جب اس ادھیڑ عمر آدمی نے اسے اٹھ کر اپنے پاس والی نشست پر بیٹھنے کی پیشکش کی تو خوشی سے اس کے دل کی دھڑکن اور تیز ہوگئی۔ وہ اس پیشکش پر اظہارِ تکلف نہ کر سکا۔ اور اس نشست پر بیٹھ کر اس نے ایک بار بالے کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جیسے وہ اپنی فتح کا اعلان کر رہا ہو۔

''شاید آپ کو کوئی ڈھنگ کی سیٹ نہ مل سکی۔'' سانولے رنگ کے اکہرے بدن کے آدمی نے نرم لہجے میں شوکت سے سوال کیا۔

''جی... جی ہاں... جی نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ میں ایک آدمی کو تلاش کر رہا تھا۔'' شوکت نے بالے کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کہا۔

''انکل، آپ شاعر معلوم ہوتے ہیں۔'' لڑکی نے اس کی طرف دیکھ کر اپنے ساتھی سے ہنس کر کہا۔

''کون...؟ میں...؟'' شوکت چونکا۔ ''ارے نہیں صاحب، میں کس قابل ہوں۔'' وہ اظہارِ انکساری پر اتر آیا، جس میں جملے کی سچائی بھی مضمر تھی۔

''جی نہیں، تکلف تو سبھی شاعر کرتے ہیں، میں نے خود سنا ہے آپ کو کچھ گنگنا رہے تھے۔'' لڑکی اسے شاعر تسلیم کرنے پر بضد ہوگئی۔ اور شوکت سے کوئی موزوں جواب نہ بن سکا۔ وہ اب انکار بھی تو نہ کر سکتا تھا، اس لیے اسے جھوٹ بولنا پڑا۔

''بس یونہی تھوڑی تھوڑی کر لیتا ہوں شاعری ماری، ورنہ وہ یانی کہ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔'' اسے شاعر کا مرتبہ بلند کرنا ہی پڑا۔ اور یہ بات تھی کہ اس کے منہ سے اس وقت خاک را کی جگہ بوکھلاہٹ میں خاکروب ہی نکلا اور لڑکی جو شاید کسی حد تک سخن فہم اور

پڑھی لکھی معلوم ہوتی تھی، منہ پر رومال رکھ کر اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کرنے لگی۔

"پھر ہو جائیں دو چار شعر۔ ایسے موقع تو قسمت سے ہی ہاتھ آتے ہیں۔" لڑکی کا ساتھی شوکت سے اصرار کرنے لگا۔ "ویسے آپ کیا پینا چاہتے ہیں؟" اس نے خاطراً یہ دریافت کرلیا۔

"نہیں نہیں، بس شکریہ۔" شوکت تکلف کا اظہار کرنے لگا۔

"کچھ تو پینا ہی پڑے گا آپ کو۔" لڑکی نے جلدی سے لقمہ دیا۔

"اچھا تو پھر انگولا منگولا منگا لیجیے کچھ۔" شوکت نے مجبوراً کہا۔ چنانچہ لڑکی کے ساتھی نے فوراً بیرے کو بلا کر آرڈر دے دیا۔

"ہاں تو ہو جائیں کچھ اشعار۔ ویسے آپ تخلص کیا رکھتے ہیں؟"

"تخلص؟" شوکت سٹپٹا گیا۔ "وہ یانی ک..." کہتے کہتے وہ کسی شاعر کا تخلص یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ کچھ تو آخر بولنا ہی تھا، فوری طور پر اسے اگر کوئی نام یاد آسکا تو وہ ایک شاعر کا جس سے چار دن پہلے اتفاق سے ایک دوست نے ایک جگہ اس کا تعارف کرا دیا تھا، لیکن اس شاعر کی سیاہ فام مدراسی شخصیت سے زیادہ شوکت کے ہی اس کا تخلص ہی ناقابلِ فہم تھا۔ بہر حال وہ اس کو ذہن میں دہرانے لگا۔

"آپ نے بتایا نہیں؟" لڑکی نے دوبارہ دریافت کیا۔ "شاید آپ شرما رہے رہیں۔"

"کیا تخلص کے بغیر کام نہیں چلے گا؟" شوکت نے بے بسی سے پوچھا۔

"تخلص و شاعر تو لازم و ملزم ہیں۔" سیاہ فام ساتھی بول اٹھا۔

"بے شک مظلوم ہیں، میں بھی مظلوم ہوں۔" شوکت زیرِ لب بڑبڑایا۔

"تخلص کے بغیر شاعر ایسا ہوتا ہے جیسے دم کے بغیر لنگور۔" لڑکی نے مثال پیش کی۔

یہ یقینی بات تھی کہ ایک خوبصورت لڑکی کے سامنے شوکت بغیر دم کا لنگور کہلانا بھی پسند نہ کرتا،

Akram Allahabadi

اس لیے اسے اظہارِ تخلص کرنا ہی پڑا۔

''وہ...وہیانی کہ سنیچر مدراسی۔'' شوکت نے مدراسی شاعر کا تخلص دہرایا۔ اس دن بھی اسے اس کا تخلص سنجر مدراسی کے بجائے سنیچر مدراسی ہی سمجھ میں آیا تھا، کیونکہ اس کے اپنے خیال کے مطابق تعارف کرانے والے سے یا تو بھول ہوگئی تھی یا وہ صحیح تلفظ نہ کر سکا تھا۔ ورنہ سنجر جیسا لفظ تو آج تک شوکت نے نہ کہیں سنا تھا نہ پڑھا تھا۔

''اگر اتوار مدراسی ہوتا تو زیادہ موزوں رہتا۔'' اس بار بھی لڑکی ہی بولی۔

''نہیں، بے بی۔'' سیاہ فام ساتھی نے لقمہ دیا۔ ''سنیچر مدراسی ہی زیادہ خوبصورت ہے۔ ذرا اس کی شعریت پر غور تو کرو۔ سنی___ اور ___ چر ___ آپ نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی تخلص رکھا ہوگا۔'' وہ سنجیدگی سے اس لڑکی سے کہنے لگا۔

''جی ہاں، جی ہاں۔'' شوکت بوکھلا کر بول پڑا اور اس کا ذہن سوچنے لگا، شاید اس شعریت کی بنیاد پر اس شاعر نے یہ تخلص اپنایا ہوگا۔ سنی___ اور ___ چر ___ سنی یعنی سوچ کا یا دھوپ والا۔ اس نے عالمِ خیال میں اسے لغویت کا لبادہ پہنانا شروع کیا۔ مگر گاڑی وہیں رک گئی، کیونکہ چر کے معنی اس کے سمجھ میں نہ آ سکے۔ ہو سکتا ہے یہ گھاس چر، چرخ کج رفتار یا چرک جھنڈا روغیرہ میں سے کسی کا مخفف رہا ہو۔ اور اس اعتبار سے چرک جھنڈار زیادہ موزوں رہتا، کیونکہ دھوپ اور گرمی کے خلاف اشتہاری جہاز کا ٹھیکہ اسی نے لے رکھا تھا۔ بہر حال اس پہلو سے وہ مدراسی شاعر کافی عقلمند معلوم ہوتا تھا جو اتنی دور کی کوڑی لایا تھا۔

''آپ کس سوچ میں پڑ گئے؟'' سیاہ فام آدمی نے اسے ٹوکا۔

''کوئی شعر نازل ہو رہا ہوگا۔'' لڑکی نے شوکت کی طرف سے جواب دے دیا۔

''کم از کم ایک غزل تو سنانی ہی پڑے گی آپ کو۔'' لڑکی کے ساتھی نے اصرار کیا۔

"غزل؟" شوکت چونکا۔

"اچھا کچھ شعر ہی سہی۔"

"بس دو ایک شعر یاد ہوں گے، وُئی سنائے دیتا ہوں۔" شوکت بے بسی سے بولا۔

وہ اس وقت شاعری کا ڈھونگ رچا کر بڑی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ اسے بر وقت کسی کے دو شعر یاد کر لینا بھی اس وقت جوئے شیر لانے کے برابر ہو رہا تھا۔

"ارشاد۔" ادھیڑ عمر آدمی نے ہمہ تن گوش ہوتے ہوئے جھک کر کہا۔

"کون ارشاد؟ میرا نام شوکت ہے۔" شوکت نے اپنی دانست میں ان کی غلط فہمی رفع کر دی۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیے۔

"اچھا اچھا فرمایے۔" لڑکی بھی سر تا پا توجہ بن گئی۔

"یانی کا ایک شعر ہے۔ مگر کو باغ میں جانے نہ دیجیے
کہ حق نہ خون ہوگا پروانوں کا

شوکت نے مشاعروں میں دیکھے ہوئے شاعروں کے انداز غزل گوئی کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

"واہ واہ، سبحان اللہ۔ کیا شعر ہے، کیا تشبیہہ ہے۔ مگر باغ میں جائے گا تو پروانوں کا خون تو ہو گا ہی۔ چھپکلی، چیونٹیاں کھاتی ہے۔"

"اور مگر پروانے کھائے گا۔" لڑکی نے اپنے ساتھی کی بات کاٹ دی اور شوکت اسے شعر کی توصیف سمجھ کر مسکرانے لگا۔

شکریہ، شکریہ۔" شوکت نے ادائے آداب کرتے ہوئے کہا۔

Akram Allahabadi

"آگے فرمایئے۔"

"بس ایک شعراور ارض ہے۔۔ ہمیں تو شام میں غم کی زندگی کاٹنا ہے اپنی... اور.. وہ جہاں کہیں بھی ہوں تو چاندو ئیں لے جا چاندنی اپنی۔ یانی کہ وہ جہیں ہیں تو چاندنی کیا جھک مارے گی سالی... اررر..." شعر کی تشریح کرتے کرتے بھی حسب عادت اس کے منہ سے سالی نکل ہی گیا۔ حالانکہ اس نے اپنی زبان کو شستہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔

"جی ہاں، جی ہاں۔ وہ تو ظاہر ہے۔ ان کے بغیر چاندنی کس کام کی۔" لڑکی کے ساتھی نے اس کی تائید کی اور لڑکی کو تو کھانسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ دراصل بڑی مشکل سے وہ اپنے قہقہوں کو دبانے کے قابل ہوئی تھی اور جب نہ دب سکے تو انھیں کھانسی کی آڑ میں چھپالیا۔

"آپ کی طبیعت کچھ ناسازگار معلوم ہوتی ہے۔" شوکت نے لڑکی سے اظہار ہمدردی کیا۔

"جی ہاں۔ ذرا زکام ہو گیا اور کھانسی بھی۔" لڑکی نے رومال منہ پر رکھے رکھے جواب دیا۔

"اللہ فضل کرے گا۔ آپ ہمدرد دواخانے کی نزلی استعمال کریے۔" شوکت نے مشورہ دیا۔

"بہت اچھا۔" لڑکی نے وعدہ کیا۔ بیرا کولڈ ڈرنک لے آیا تھا۔

"آپ لوگوں نے اپنا تعارف معارف تو کرایا ئیں۔" شوکت کا لہجہ شکایتی تھا۔

"مجھے تیمور کہتے ہیں اور یہ میری بھتیجی ہیں نگار۔"

"بڑی خوشی ہوئی آپ لوگوں سے مل کر۔"

Akram Allahabadi

لیکن ابھی گفتگو یہیں تک ہوئی تھی کہ لڑکی اچانک اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"انکل، میں ابھی آئی۔ معاف کیجیے گا، منیجر صاحب۔" اس نے شوکت سے بھی معذرت کی۔

اور شوکت کو یہ کہنے کا بھی موقع نہ ملا کہ اسے اس کی شاعرانہ تخلص سے نہ پکارا جائے۔

کیفے ایسٹرن کے اوپری فیملی سرکٹ میں بیٹھا ہوا ایک تنومند خوش پوش آدمی نگار کو گھور رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ادھیڑ عمر کی خاتون بھی تھی، جو کھلے ہوئے رنگ، سنورے ہوئے بالوں کے ساتھ اس وقت بھی کسی کشش کی حامل تھی۔ وہ کسی خوشحال گھرانے کی بااثر عورت معلوم ہوتی تھی، لیکن لباس اور سج دھج کا تبسم اور مغربی انداز اس کی ترقی پسندی کی غمازی کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ پروقار اور متین نظر آتا تھا۔ دونوں آنکھوں کے کنپٹی والے گوشوں کے پاس خفیف سی جھریاں ہی نمودار ہوئی تھیں، جنہیں ہلکے گلابی پاؤڈر کی تہ میں چھپانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کے کانوں میں دو بڑے بڑے آبدار موتیوں والے سنہری آویزے تھے۔ وہ سفید ساڑھی پہنے ہوئے تھی، جس پر باریک باریک روپہلی پھول بنے ہوئے تھے۔ جوڑے میں صرف ایک رنگ پڑا ہوا تھا اور گلے میں ہلکا سا سنہری نکلس۔

نگار سیڑھیوں کے ذریعے اوپر آ کر سیدھی اس میز کی طرف بڑھنے لگی اور وہ آدمی اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"ہیلو، جی ایل۔" اس نے اس کے قریب آنے پر آہستہ سے کہا۔

"یس، ماسٹر۔" نگار مسکراتے ہوئے یہ کہہ کر اس کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کل میٹنگ ہے، تمہیں معلوم ہے؟" وہ بولا۔

"جی ہاں۔ مجھے دو دن پہلے ہی اطلاع مل چکی ہے۔"

Akram Allahabadi

"گڈ۔" وہ بھاری آواز میں بولا۔ "مگر وہ تیسرا آدمی کیوں تھا تمہاری میز پر؟"

"کوئی بیوقوف قسم کا شاعر ہے معلوم ہوتا ہے۔ ہم لوگ تفریحاً لطف لے رہے تھے اس سے۔"

"میں جانتا ہوں اسے۔ وہ کافی دولتمند آدمی ہے۔ لیکن لڑکیوں کے معاملے میں ہمیشہ بیوقوف ثابت ہوتا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں؟"

"اس کی سب سے بڑی کمزوری ایک حسین عورت ہے۔ ویسے میں جانتا ہوں کے وہ بے ضرر قسم کا آدمی ہے۔ اس کا نام شوکت ہے۔"

"جی ہاں، یہی نام بتایا تھا اس نے۔"

"اگر وہ ہماری پارٹی میں شامل ہو جائے تو پارٹی کی مالی حیثیت کافی مضبوط ہو جائے گی۔"

"میں سمجھ گئی۔" نگار نے سر ہلایا۔

"اور شاید اسے پارٹی میں لانے کا طریقہ بھی سمجھ گئی ہو گی۔" پاس بیٹھی عورت بھی بول اٹھی۔

"اتنی سی عقل تو مجھے بھی قدرت نے دی ہے، میڈم سکساریہ۔" نگار کا لہجہ کسی قدر طنزیہ تھا۔

"اوہ، یہ کہاں فضول کی بحث لے بیٹھیں تم۔ ہم ایک عظیم مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں، جس میں ذاتیات یا شخصی اختلافات کا گزر نہ ہونا چاہیے۔" اس آدمی نے دونوں کو باری

Akram Allahabadi

باری گھور کر کہا۔

"آئی ایم ساری، سر۔" نگار نے معذرت طلب کر لی۔ اور میڈم سکساریہ نے بھی سر جھکا لیا۔

"لیکن دیکھو، جہاں تک ہو سکے اسے تہ دل سے پارٹی کے مقاصد کا وفادار بنانے کی کوشش کرنا۔"

"ایسے گدھوں کے لیے کیا نفسیاتی طریق کار کیا جائے، یہ میں جانتی ہوں۔ آپ اطمینان رکھیے۔" نگار نے جواب دیا۔

"اچھا تو پھر جا سکتی ہو۔" اس آدمی نے اسے اجازت دے دی۔

"شکریہ اینڈ بائی بائی، میڈم سکساریہ۔" نگار اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بائی بائی۔" میڈم سکساریہ نے جھوٹی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

نگار کے جانے کے بعد وہ اس آدمی سے مخاطب ہو گئی۔

"سر سالومن، یہ لڑکی پہلے بھی میری دو تین بار توہین کر چکی ہے۔"

"وہ پارٹی کی وفادار ترین ممبروں میں سے ہے، میڈم سکساریہ۔ ہمیں اس کے بارے میں سطحی طور پر نہ سوچنا چاہیے۔" اس آدمی نے میڈم سکساریہ کو سمجھایا۔

"لیکن اسے کم از کم بڑے چھوٹوں کا تو لحاظ رکھنا چاہیے۔"

"میں کسی موقعے پر اسے سمجھا دوں گا۔"

اس جواب پر میڈم سکساریہ خاموش ہو گئی۔ ان کا بیرا کافی کی ٹرے لے آیا تھا اور انھوں نے گفتگو کا موضوع بدل دیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

وہ اب واپس اپنی میز پر پہنچ چکی تھی اور شوکت اس عرصے میں اس کے سیاہ فام ساتھی کی دلچسپی کا سبب بنا ہوا تھا۔ اس نے اپنے بارے میں اسے سب کچھ بتا ڈالا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی وہ ۳۵ برس کا ہو کر بھی ابھی تک کنوارا ہے۔ تیمور نے اس کے تفصیلی تعارف سے مرعوبیت کا اظہار کرتے ہوئے خود کو سنجیدہ بنا لیا تھا۔ لیکن شوکت اس سے گفتگو میں مصروف ہوتے ہوئے بھی پہلو بدل بدل کر بالے کی نشست کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں اسے یہ شک ہو رہا تھا کہ کہیں بالے ہی تو اس لڑکی کو دور سے ہی اشارہ کر کے تو باہر نہیں لے گیا، مگر جب وہ لوٹ آئی تو شوکت کی جان میں جان آئی۔ اب اسے بالے کی میز خالی ہونے نہ ہونے کی پرواہ نہیں تھی۔ پولیس کے آدمیوں کا کیا بھروسا، کب ہیں کب غائب ہو گئے۔

''میں ذرا اپنی ایک سہیلی سے ملنے چلی گئی تھی۔'' نگار نے اپنی نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں۔ ہم لوگ یہاں بہوت دلچسپ گفتگو... لاحول ولا قوۃ... گفتگو کر رہے تھے۔''

''ارے ہاں، نگار، یہ حضرت تو چھپے رستم نکلے۔ یہاں کی بڑی مشہور شخصیتوں میں سے ہے۔ تم نے نام تو سنا ہی ہوگا۔'' تیمور شوکت کی طرف اشارہ کر کے نگار سے کہنے لگا۔

''شوکت میاں۔'' شوکت نے خود ہی فخریہ لہجے میں اپنا نام دہرایا۔

''اوہ، وہی نا جو بہت بڑے شکاری ہیں؟'' نگار نے بھولے پن سے کچھ یاد کرنے والے موڈ میں کہا۔

''کون شکاری؟ نہیں وہ تو میرے باپ دادا شکار مکار کھیل لیتے تھے، اپنا تو یہ حال ہے بقول ایک شاعر کے فرصت ہی کہاں ہے جو چھیڑ خانی کریں آسماں سے ہم۔''

''آپ بہت اچھے شاعر ہیں۔'' نگار نے مسحور کر دینے والے انداز میں اس کے

Akram Allahabadi

چہرے کو گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھیں جی، آپ تو شرمندا... اونہہ نہہ.. یانی کہ شرمندا کرتی ہیں۔" شوکت نے شرمانے والے ڈھنگ سے جواب دیا۔

"کیا حرج ہے اگر کل شام کی چائے آپ ہمارے گھر پئیں۔" لڑکی نے خود شوکت کو دعوت دی اور شوکت کا دل تو ہزار بار اندر سے لبیک کرنے لگا، لیکن بہر حال کچھ تو اظہار تکلف ضروری ہی تھا۔

"کیوں تکلیف کرتی ہیں...؟" اس نے کہنا چاہا، مگر نگار نے بات کاٹ دی۔

"نہیں، آپ انکار نہیں کر سکتے۔" اس نے پر زور الفاظ میں کہا۔ "کیوں، انکل؟"

"ہاں ہاں، بالکل بالکل۔ آپ انکار کر ہی نہیں سکتے۔" تیمور نے تائید کی۔ اور شوکت کا دل اندر سے پھول کر بولنے لگا۔ یہاں انکار منکار کون سور کرتا ہے۔

"اچ... چھا... اچھا، جیسے آپ کی مرضی۔" شوکت نے گرگٹ کی طرح گردن ہلائی۔

"یہ رہا ہمارا پتا، یاد رکھیے گا، کل شام کو پانچ بجے۔" میز سے اٹھتے ہوئے تیمور نے اپنا ایڈریس کارڈ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

کل شام کو پانچ بجے۔" شوکت نے دہرایا۔

"اور ضرور ضرور۔" نگار نے بھی نشست سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرور ضرور۔" شوکت نے فرطِ مسرت سے اپنی بتیسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ پھر وہ دونوں اس سے رخصت لے کر باہر نکل گئے۔ اور شوکت اس عظیم فتح کی خوشخبری بابے کو سنانے کے لیے اسے ہال میں ادھر ادھر ڈھونڈنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

سرغائب

بالے اس وقت کیفے ایسٹرن کے باہر سڑک کے پار ایک دکان سے خان کو فون کر رہا تھا۔

''میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ سر سالومن ہی تھا اور اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کی عورت بھی تھی، جسے بوڑھی گھوڑی لال لگام کی مثال سے بھی یاد کیا جا سکتا ہے۔''

''ہُم... وہ مادام سکسار یہ رہی ہوگی۔'' خان نے فون پر کہا۔

''میں عورت کا ذکر کر رہا ہوں، مادام کا نہیں۔'' بالے نے ذرا بلند آواز میں دہرایا۔

''بکومت، ہاں تو وہ ان کے پاس جا کر بیٹھی تھی، کیا محض اتنی سی بات؟''

''یہ اتنی سی بات ہے؟'' بالے نے اتنی پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''بالکل۔ وہ دونوں شہر میں کافی با اثر عوامی شخصیتیں رکھتے ہیں۔ ان سے کوئی بھی ملاقات کر سکتا ہے، کہیں بھی مل سکتا ہے، اس میں شبے کی کیا بات ہے؟''

''لیکن میرے مخبر ہیرے نے ان کی جو گفتگو سنی ہے، وہ میرے شبے کو اور بڑھاتی ہے۔''

''کیا سنا تھا تمہارے ہیرے نے؟'' خان نے ادھر سے پوچھا۔

''سر سالومن اس لڑکی سے کہہ رہے تھے کہ وہ شوکت کو کسی طرح بھی قابو میں کر لے، کیونکہ اس سے پارٹی کے فنڈ کے لیے بہت کافی رقم مل سکے گی۔''

''تم گدھے ہو، محکمہ سراغ رسانی کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''لیکن شوکت جو بکرا بن رہا ہے۔''

''جیسے اعمال، ویسے فرشتے۔ قانوناً ہمیں اس پر توجہ کرنے کا بھی حق نہیں ہے،

تا وقتیکہ کسی طرح کے الفاظ پر کہا جانے والا عمل کوئی غیر قانونی شکل نہ اختیار کرلے۔"

"میرا دل کہہ رہا ہے کہ آثار اچھے نہیں ہیں۔" بالے نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہمیں ذاتیات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ تمہارا دل محکمۂ موسمیات کی آبزرویٹری نہیں ہے، فضول اپنا وقت ضائع نہ کرو۔"

"لیکن دیکھیے نا، میں ہی شوکت کو یہاں لایا تھا اور میرے جوش دلانے پر وہ اس جال میں جا پھنسا۔"

"وہ دودھ پیتا بچہ نہیں ہے اور پھر کوئی قابلِ توجہ بات ہوگی تو دیکھا جائے گا۔ سر دست صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ حالات پر نظر رکھو، مگر غیر سرکاری طور پر۔"

"مجھے تو اب اپنی پیدائش بھی سرکاری معلوم ہونے لگی ہے۔" بالے نے کہنا چاہا۔

"یہ بھی ممکن ہے، اگر تقدیر کے قائل ہو تو آدمی پیدا ہونے کے ساتھ ہی اپنی تقدیر لے کر آتا ہے۔"

"آپ اس وقت فلسفیانہ موڈ میں سنائی دے رہے ہیں۔"

"ارے ہاں، ٹھیک یاد آیا، مجھے ایک مرڈر کیس کے معائنے کو جانا ہے، تم مجھے ایڈورڈ اسکوائر پر ملو، میں گاڑی لے کر آرہا ہوں۔"

"یہ ایڈورڈ اسکوائر کہاں رہتے ہیں؟"

"تمہاری کھوپڑی میں، جلدی پہنچو وہاں، میں زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں آرہا ہوں۔"

"لیکن مرڈر کس کا ہوا؟"

"یہ ابھی معلوم نہیں، صرف انسپکٹر شاہ کا فون آیا تھا کہ لال بھٹی کے علاقے میں ایک لاش سڑک پر پڑی پائی گئی ہے، جس کا سر غائب ہے۔"

"جمہوریت میں سر کا غائب ہونا ہی اچھا شہری اور ہیوم شری..." بالے نے کہنا چاہا۔

Akram Allahabadi

"شٹ اپ۔" خان نے اسے ڈانٹ کر فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆

دس منٹ بعد ہی وہ ایڈورڈ اسکوائر پر تھا۔ فٹ پاتھ پر ٹہلتے ہوئے اس کی نظریں بار بار سامنے سے آنے والی ہر کار پر رہی تھیں۔ بلآخر سپر نٹنڈنٹ خاں کی کار بھی آ پہنچی۔

بالے ٹریفک کانسٹیبل کی طرح اٹینشن ہو کر اسے گزر جانے کا سگنل دینے لگا، مگر خان نے کار اس کے پاس ہی لا کر روک دی۔

"لائن کلیئر است۔" بالے اسی طرح اٹینشن کھڑے کھڑے بولا۔

خان نے جواب دینے کی بجائے کار کا دروازہ کھول دیا اور اسے اندر سامنے والی سیٹ پر بٹھا دیا۔

"مجرموں نے ہمیں تکلیف دینے کی قسم کھا رکھی ہے۔" بالے بڑبڑایا۔

"کیوں، آپ کہیں کے شہزادے ہیں؟"

"اپنی مرضی کے..."

"اور اگر میں کسی سلاٹر ہاؤس میں تمہاری ڈیوٹی لگا دوں؟"

"تو میں احتجاجاً بکرا نہیں بنوں گا۔"

شہر کے قریب ہوتے ہوئے بھی لال بھٹی کا مضافاتی علاقہ زیادہ آباد نہ تھا، صرف بڑی سڑک کے دونوں سمت آبادی تھی اور اس کے پیچھے بنجر میدان اور پہاڑی ٹیلے پھیلے ہوئے تھے، لیکن بڑی سڑک پر دن کے وقت کافی چہل پہل رہتی۔ جس وقت ان کی کار اس علاقے میں داخل ہوئی تو وہ لوگ انہیں دو دو چار کے گروہوں میں بٹے ہوئے کچھ سرگوشیاں کرتے نظر آ رہے تھے۔ پھر کچھ دور آگے انہیں سڑک کے موڑ پر پبلک کا ہجوم نظر آیا، جو کسی چیز کو گھیرے ہوئے تھا۔ خان کی کار رکتے ہی پولیس مین اٹینشن ہو گئے اور مجمع یہ منظر دیکھ کر خود ہی منتشر

Akram Allahabadi

ہونے لگا۔

سڑک کے کنارے فٹ پاتھ سے کچھ قریب ایک لاش پڑی ہوئی تھی، جسے سفید چادر اوڑھا دی گئی تھی۔انسپکٹر اسلم شاہ خود اس لاش کے قریب موجود تھا اور اس کا اسسٹنٹ ایک سب انسپکٹر دو آدمیوں کے بیانات قلمبند کر رہا تھا۔خان کو دیکھ کر وہ ابھی اٹینشن ہو گئے۔

''آپ لوگ اپنا کام کیے جایے۔'' خان ان سے یہ کہہ کر لاش کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے چادر ہٹا کر دیکھا، وہ ایک اچھے تن و توش کے تندرست آدمی کی لاش تھی، جس کا سر غائب تھا۔اسے کسی بہت تیز دھار والے آلے سے کاٹا گیا تھا۔لباس پر خون کے تھکلے جمے ہوئے تھے۔

''کیا رات کو پولیس اس سڑک پر گشت نہیں کرتی؟'' خان نے انسپکٹر شاہ سے پوچھا۔

''دو گشتی کانسٹیبل ڈیوٹی دیتے ہیں۔'' انسپکٹر شاہ نے بتایا۔

''خون یقیناً نصف شب کے بعد ہوا ہے، ویسے آپ کی اطلاعات کیا کہتی ہیں؟''

''رات کے گیارہ بجے کے بعد یہاں سناٹا ہو جاتا ہے اور اس وقت تک موجود رہنے والے لوگ کسی بھی واقعے سے لاعلمی ظاہر کر رہے ہیں، بلکہ یہاں رہنے والا ایک پٹھان چوکیدار جو اپنے کارخانے سے بارہ بجے کے بعد لوٹ کر آتا ہے، اس نے بھی واپسی کے وقت یہاں کچھ نہیں دیکھا تھا۔''

''لیکن قتل اسی جگہ تو نہیں کیا گیا، یہ خون کے دھبے ادھر ادھر بکھرے ہیں، یا تو مصنوعی ہیں یا ممکن ہے بعد میں رس رس کر بہنے والے خون سے بنے ہوں، ورنہ اس کا گلا جس جگہ کاٹا گیا ہوگا وہاں تو کئی پونڈ خون بہہ گیا ہوگا۔'' خان نے لاش کے سر کے حصے کے قریب جمے ہوئے خون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''میں بھی اسی لائن پر سوچ رہا تھا، لیکن آپ کے معائنے کے بغیر میں نے اس کا

Akram Allahabadi

اظہار مناسب نہیں سمجھا۔" انسپکٹر نے اشارے سے بتایا۔

"اس کی شناخت ہو گئی؟"

"ابھی ابھی ہوئی ہے۔ مقتول کا نام اشرف تھا اور وہ جو دو آدمی بیان دے رہے ہیں، وہ مقتول کے قریبی رشتے دار ہیں، ایک بیٹا اور ایک بھتیجا۔ انھوں نے اس کے لباس اور جسمانی شناخت کیا ہے۔"

"صرف اسی قدر بات؟"

"انھوں نے مقتول کی بائیں کنپٹی کے پیچھے ایک نشان کو بھی پہچانا ہے۔"

"ہُم... ان کا بیان کیا ہے؟"

"ظاہر ہے کہ قتل جس بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے اسے دیکھ کر تو کسی بدترین دشمنی کا ہی تصور کیا جا سکتا ہے، لیکن ان دونوں کا بیان ہے کہ مقتول کی کسی سے دشمنی نہ تھی۔" انسپکٹر شاہ نے بتایا۔

"بعض دشمنیاں پرائیوٹ ہوتی ہیں۔" بالے بول اٹھا۔

"تم سے کسی نے اظہارِ خیال کو نہیں کہا۔"

"جمہوریت کے آئین نے کہا..."

"چپ رہو۔" خان نے اسے گھورنے لگا۔

"ان دونوں کو ادھر لاؤ۔" خان نے مقتول کے بیٹے اور بھتیجے کی طرف اشارہ کر کے شاہ سے کہا۔ اور اس نے فوراً سب انسپکٹر کو اشارہ کر دیا، جو انھیں لے کر قریب آ گیا۔ وہ اس لاش کو دیکھ کر کچھ خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔

"یہ تمہارے باپ کی لاش ہے؟" خان نے مقتول کے بیٹے سے سوال کیا۔

"جی ہاں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم کہتے ہو ان کی کسی سے دشمنی نہیں تھی، کیا تم ان کے نجی حالات سے اچھی طرح

Akram Allahabadi

واقف ہو؟"

"ان کی کوئی بات مجھ سے چھپی نہیں رہی، ویسے بھی بہت صاف اور سلجھے ہوئے آدمی تھے۔"

"وہ کیا غصے ور آدمی تھے؟"

"نہیں صرف بے تکی باتوں پر غصہ آتا تھا، لیکن وہ جھگڑالو آدمی نہیں تھے۔"

"وہ کیا کام کرتے تھے؟"

"لوہے کی مارکیٹ میں ان کی دکان ہے۔"

"دکان کے سلسلے میں کسی سے کوئی رنجش؟"

"جی نہیں۔ دکان پر تو زیادہ تر میں ہی بیٹھتا ہوں۔" مقتول کا بھتیجا بیچ میں بول اٹھا۔

"رات وہ کہاں گئے تھے؟ میرا مطلب ہے آخری بار گھر سے کب اور کہاں گئے تھے؟"

"وہ رات کا کھانا دیر سے کھانے کے عادی تھے۔ تقریباً گیارہ پونے گیارہ بجے وہ کھانا کھا کر کچھ دیر چہل قدمی کرنے کے لیے باہر نکلا کرتے تھے۔ اور رات بھی وہی ہوا، لیکن جب وہ دیر تک نہ لوٹے تو ہم لوگ سمجھے پنڈت جی کی بیٹھک میں جا بیٹھے ہوں گے۔"

"کون پنڈت جی؟" خان نے سوال کیا۔

"بستی کے پیچھے نالے کے اس پار پنڈت کرپا رام رہتے ہیں۔ بوڑھے اور بڑے ملنسار آدمی ہیں۔ پتا جی کے پرانے دوست۔ کبھی کبھی جب وہ ان کے یہاں جا بیٹھتے تو رات کے ایک ایک بجے لوٹ کر آتے تھے۔ بہر حال ہم دونوں ایک بجے تک ان کا انتظار کرنے کے بعد انھیں ڈھونڈنے نکلے، مگر پنڈت جی نے ہمیں بتایا کہ پتا جی تو ۱۲ بجے ہی ان کے یہاں سے لوٹ گئے تھے۔ پھر ہم نے بستی کا کونا کونا چھان مارا، لیکن وہ نہیں ملے۔ آخر سویرے ہم نے

پولیس اسٹیشن میں ان کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوائی اور ابھی کچھ دیر پہلے ہمیں اطلاع ملی کہ پولیس کو ایک لاش ملی ہے، ہم آ کر شناخت کرنے کی کوشش کریں۔" مقتول کے لڑکے نے مغموم لہجے میں بتایا۔

"کیا ان کی جیب میں کوئی رقم بھی تھی اس وقت؟"

"جی نہیں۔ وہ باہر جاتے وقت بہت تھوڑے پیسے جیب میں ڈال کر جاتے تھے۔"

"اچھا، کل سے پہلے قریب ترین دنوں میں وہ کہاں کہاں جاتے رہے ہیں؟"

"اور تو کہیں بھی نہیں، پرسوں البتہ کالی پوجا دیکھنے کے لیے کالی کے مندر گئے تھے اور وہ بھی ڈرائیور چاچا کے ساتھ۔"

"ڈرائیور چاچا کون ہیں؟"

"ریلوے کے ڈرائیور ہیں، پتاجی کے پرانے ساتھی۔ اسی بستی کے سرے پر رہتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کا ساتھ ہو جایا کرتا ہے۔ ان کا نام گوپی چندر ہے۔"

"وہ کس قسم کے آدمی ہیں؟"

"بڑے نیک اور پتاجی کے بڑے گہرے دوست۔"

"کیا پچھلے دو چار دنوں میں انھوں نے تم سے کسی واقعے کا ذکر کیا تھا؟"

"جی نہیں۔ صرف پرسوں ہی کہہ رہے تھے کہ کالی مندر میں کسی جادوگر نے لوگوں کو بیوقوف بنانے کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔"

"کل کوئی قابلِ ذکر بات ہوئی تھی؟"

"جی نہیں۔ وہ دکان کچھ دیر کے لیے گئے تھے، پھر گھر آ کر سو رہے۔ شام کو ہم لوگوں سے باتیں کیں اور رات کا کھانا کھا کر چہل قدمی کو نکلے تھے۔"

"تمھیں اس سلسلے میں کسی پر شبہ ہے؟"

"کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔"

Akram Allahabadi

''خیر، انسپکٹر شاہ، آپ لاش کو کروز کے پاس پہنچوا دیجیے، اس مقام پر تفتیش لا حاصل ہے، لاش کو کہیں اور سے یہاں لا کر ڈالا گیا ہے۔'' خان نے شاہ کو ہدایت کی۔

''بہتر ہے۔''

''اور بالے، تم اس سڑک کے آس پاس، بلکہ ان مکانوں کے پیچھے بھی کچے راستے پر خون کے قطرے کے نشانات تلاش کرو۔''

''پھنسی گردن۔'' بالے بڑبڑایا۔

''اور لڑکے، تم میرے ساتھ آؤ، میں تمہارے چچا ڈرائیور کو بھی دیکھ لوں۔''

خان نے مقتول کے لڑکے کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور بھیڑ سے نکل کر اپنی کار کی طرف بڑھنے لگا۔

بالے اس وقت زبردستی انسپکٹر شاہ کے سر ہونے لگا۔

''شاہ صاحب، آپ نے زبردستی اس لاش کا سر غائب کر کے کیس کو پراسرار بنانے کی کوشش کی ہے، لیکن خدا نے چاہا تو آپ کو پولیس میڈل کبھی نہیں ملے گا۔''

''بھئی، تم میرے گلے مت پڑو، مجھے میڈل ویڈل نہیں چاہیے۔''

''تو انگور کھٹے ہوں گے۔''

''چلو یونہی سہی... بس۔''

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

حسین پجارن

کالی کے مندر کا مہا پجاری، شنکول، سپر نٹنڈنٹ خان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس وقت کالی مندر کی عقبی پرانی عمارت میں تھے۔ سپر نٹنڈنٹ خان نے پہلے تو شنکول کو ہیڈ کوارٹرز میں ہی طلب کیا تھا، لیکن جب شنکول نے یہ کہلوایا کہ، سادھو سنت صرف دھرم کے سیوک ہوتے ہیں کسی کے غلام نہیں ہوتے، تو خان کو فوراً آنا پڑا۔ وہ جانتا تھا کہ مذہبی شخصیتوں کے ساتھ اس قسم کی رعایتیں برتنی پڑتی ہیں۔ بہر حال اس کی آمد پر شنکول نے بڑے خوشگوار انداز میں اس کا استقبال کیا اور اسے اس پرانی تاریخی عمارت والے اپنے کمرے میں لے آیا۔ خان کے ساتھ بالے بھی تھا، لیکن وہ اس خشک قسم کے ماحول سے کچھ اتنی بیزاری محسوس کر رہا تھا کہ باہر ہی ٹھہر گیا۔ اس وقت صرف خان شنکول سے مصروف گفتگو تھا۔

"لیکن مرنے والے وہی دو آدمی تھے، جنھوں نے آپ کی اور اس مندر کی شان میں گستاخی کی تھی۔" خان اس سے کہہ رہا تھا۔

"میری شان ہی کیا، میں تو پجاری ہوں۔ مہا شے کالی دیوی کا اپمان ان لوگوں نے ضرور کیا تھا، مگر کسی چیز کو ماننا نہ ماننا تو ہر ایک کا اپنا ادھیکار (حق) ہے۔" مہا پجاری نے بڑی نرمی سے جواب دیا۔

"مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ لوگ ان دوں پر مشتعل ہو کر حملہ آور ہو گئے تھے، لیکن آپ نے ہی انھیں بچایا تھا۔" خان نے گویا اس کی تعریف کی۔

"ٹھیک ہی تو ہے۔ بھلا اس میں کون سی زبردستی ہے۔ کوئی اگر ادھرم کا راستہ اختیار کر لے تو اس کا یہ تو مطلب تو نہیں کہ اسے مارا پیٹا جائے۔ آج بھٹکا ہے، کل خود راستے پر آجائے گا۔"

Akram Allahabadi

''کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ کے سمجھانے کے باوجود ان میں سے کسی کٹر قسم کے جذباتی معتقد نے ہی دونوں کو ختم کر دیا ہو؟'' خان نے اسے کڑی نگاہ سے دیکھا۔

''میں آپ کی طرح پولیس افسر تو ہوں نہیں کہ کوئی اندازہ لگا سکوں، مگر ایسا کچھ ہوا ہے تو بہت برا ہوا ہے۔ دھرم کا کرتیہ (فرض) تو یہ ہے کہ بھول کرتا ہے تو اسے معاف کردو اور سدھارنے کی کوشش کرو۔'' وہ پادریوں جیسے انداز میں بہت نرمی اور بردباری سے بولا۔

''یہ آپ کے خیالات ہیں، مگر عام لوگ مذہب کے معاملے میں زیادہ جوشیلے ہوتے ہیں۔'' خان نے کہا۔

''مائی جانے میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔'' وہ بولا۔

''اچھا، کیا اس دن ان دونوں پر حملہ کرنے والوں میں سے کسی کو آپ جانتے ہیں یا پہچان سکتے ہیں؟'' خان نے پوچھا۔

''میری جگہ آپ بھی ہوتے تو انکار میں سر ہلا دیتے۔ ہزاروں کے مجمع میں کس کی شکل یاد رہ سکتی ہے اور پھر پوجا کے سمے (وقت) تو میرا دھیان پوجا کی طرف رہتا ہے۔'' شنکول نے جواب دیا۔

''پھر یہ کچھ یاد کرنے کی کوشش تو کیجیے۔'' خان نے اصرار کیا۔ اور جواب میں وہ خاموشی سے کمرے کی پرانی پتھریلی دیوار کو تکنے لگا۔

باہر بالے کی اکتاہٹ شدت اختیار کر لیتی، لیکن وہ غیر متوقع طور پر اس بنجر مقام پر بھی حسن و شباب کے ایک چلتے پھرتے مجسمے کو دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ سفید سادہ ساڑھی میں لپٹی ہوئی پھولوں کی ایک تھالی ہاتھ پر لیے اسی طرف چلی آرہی تھی۔ اس کے چہرے پر عنفوان شباب کی تازگی کے ساتھ ساتھ کلیسا کی ننوں جیسی گہری متانت اور نرماہٹ برس رہی تھی۔ اس نے جوڑے میں سفید پھولوں کا ایک گجھا لگا رکھا تھا، لیکن اس کا لباس کسی جوگن کا لباس نہ تھا۔ جیسے جیسے وہ قریب آتی گئی، بالے کی نگاہوں میں چکا چوند بڑھتی گئی۔ پھر جب وہ اس کے سامنے

Akram Allahabadi

سے گزرنے لگی تو اس سے نہ رہا گیا۔

"سنیے۔" اس نے اسے ٹوکا اور وہ رک کر سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"یہ کون سی جگہ ہے۔" بالے نے چہرے پر معصومیت پیدا کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"بابا کا آشرم۔" وہ مختصراً بولی۔

"بابا، یعنی آپ کے ڈیڈی؟"

"جی نہیں۔ بابا یعنی کالی مندر کے پجاری۔"

"کون پجاری؟" بالے نے ذرا آگے جھک کر سنجیدگی سے پوچھا۔

"آپ بہرے تو نہیں معلوم ہوتے۔" لڑکی نے طنز کیا۔

"بہری ہونگی آپ خود۔" بالے نے مصنوعی غصے کا اظہار کیا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟" لڑکی نے اس کے غصے کا اثر لیے بغیر سوال کیا۔

"مجھے... ارے ہاں... مجھے کس سے ملنا ہے؟" بالے نے چونک کر بیوقوفوں کی طرح اپنے آپ سے سوال کیا۔

"دیکھیے، یہ آشرم ہے۔ آپ اگر تفریحاً یہاں آئے ہیں تو لوٹ جایے۔" لڑکی نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"دوبارہ کس طرح آؤں؟"

"آدمی بن کر۔"

"اور اس وقت کیا نظر آ رہا ہوں؟"

"گدھے۔" لڑکی نے چڑ کر کہا اور آگے بڑھنے لگی۔

"میں بالکل برا نہیں مانا، ذرا ایک بار پھر سے کہیے۔"

"آپ جاتے ہیں یا بلاؤں کسی کو۔"

Akram Allahabadi

”میں چلا جاؤں گا، بشرطیکہ آپ ایک بات بتا دیں؟“

”پوچھیے۔“

”آپ کون ہیں؟“

”ماتا کالی کی ایک داسی۔“

”آپ کا نام؟“

”لتا ورمن۔ اور کچھ؟“

”میں بھی آشرم میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔“

”کیوں؟“

”یتیم بھی ہوں اور لیسر بھی۔“

”یہ آنا آشرم نہیں ہے، یہاں صرف ماتا کالی کے وہ پجاری ہی رہ سکتے ہیں، جن کی سچائی پر بابا کو بھروسا ہو۔“

”ماتا کالی کا پجاری تو میں بھی ہوں۔“

”ہونہہ... تم... شکل سے تو کوئی چڑی مار معلوم ہوتے ہو۔“ یہ کہہ کر وہ اسے تیز نظروں سے گھورتی ہوئی اندر داخل ہونے لگی۔

”اس قیافہ شناسی کے قربان جانے کو جی چاہتا ہے، میرا دھندا بھی یہی ہے۔“

”کیا؟“ لڑکی نے پلٹ کر پوچھا۔

”چڑی مار۔“

”تم یہاں کیوں آئے ہو؟“ لڑکی نے پلٹ کر ایک قدم واپس لوٹتے ہوئے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔

”آپ کے بابا سے ملنے۔“

”کیوں آخر؟“

"بھرتی ہونا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"اس دن جب سے آپ کو دیکھا ہے، میرا دل شوریدہ سر سے بس ایک ہی شور سنائی دے رہا ہے، دہلی چلو، دہلی چلو۔"

"اومپ۔۔کالی مندر چلو۔"

"میں تمہیں سمجھ نہیں سکی۔" وہ اسے غور سے دیکھنے لگی۔

"جی۔۔۔؟ اوہاں، میں کہہ رہا تھا کہ ایک گلاس پانی۔" بالے خان کو باہر نکلتے دیکھ کر بوکھلاہٹ میں پانی مانگنے لگا۔ لڑکی نے ایک نظر خان کی طرف دیکھا اور پھر بالے کی طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

"تم میرے لیے بھرتی ہونے آئے تھے نا؟ کتنے اچھے الو ہو تم، ڈیئر۔" وہ رومانی انداز میں یہ کہتی ہوئی اس کے اور قریب آ گئی۔

"ارے نہیں، آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے، میں تو پہلے ہی بھرتی ہو چکا ہوں۔"

"کہاں؟" اس نے ناز سے پوچھا۔

"جہنم میں۔" بالے نے جھنجلا کر کہا اور چہرے پر زیادہ سے زیادہ بے نیازی کے تاثرات پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"بہت اچھے۔ خیر، اس وقت معاف کرتی ہوں، آئندہ کبھی ایسی جرأت نہ کرنا۔" لڑکی نے اپنے موڈ کو یکا یک درست بناتے ہوئے کہا۔ اور بغیر خان کی طرف دیکھے آگے بڑھ کر عمارت میں داخل ہو گئی۔

"کون تھی یہ؟" خان نے کار کی اسٹیرنگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے بالے سے پوچھا۔

"کوئی مصیبت زدہ لڑکی تھی بیچاری۔ اپنا دکھڑا سنا رہی تھی۔"

Akram Allahabadi

"کیا؟"

"یہی کہ شادی کے فوراً بعد بیوہ ہوگئی تھی، آج تک دوسرا شوہر تلاش کرتی پھر رہی ہے۔"

"پھر تم نے امیدواروں میں نام لکھوایا اپنا؟" خان نے جلے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"لاحول ولاقوۃ۔ بالے صاحب کیا ڈال کے نکلے ہیں۔"

"نہیں تم تو گھاس میں پکائے گئے ہو، مگر تمہیں اس سے گفتگو کرنے کی ضرورت کیا تھی؟"

"کہاں، وہ تو مجھے پوچھنے لگی تھی کہ آپ کی شادی ہوگئی ہے کیا۔ ہوگئی تو کتنے بال بچے ہیں۔ ہیں تو کیوں ہیں اور نہیں تو کیوں نہیں ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔"

"تنگ ہوگیا ہوں تمہاری حرکتوں سے۔"

"اللہ کشادہ کردے گا۔"

"بکومت۔ تم نے اس لڑکی کو پہلے کہیں دیکھا ہے؟"

"ایسا ہی ہوا ہوتا تو بیچاری کو اس آشرم میں پناہ کیوں لینی پڑتی۔" بالے نے ڈھٹائی سے کہا۔

"وہ کار میں بیٹھ کر کالی مندر سے روانہ ہوگئے۔ کچھ دیر تک دونوں چپ رہے، پھر خان نے خود ہی بالے سے سوال کیا۔

"کیا خیال ہے اس لڑکی کے بارے میں؟"

"ہزاروں میں ایک ہے۔ ستون جیسی سیدھی ناک، جھالر جیسی پلکیں اور آنکھیں تو غضب کی ہیں۔"

"شامت آرہی ہے کیا؟"

"میں نے تو غیر جانبدارانہ اظہارِ خیال..."

"شٹ اپ۔ تمہاری بیہودگیاں اب ناقابلِ برداشت ہوتی جارہی ہیں۔"

"آئی ایم ساری، مگر آپ نے پوچھا ہی اس انداز سے تھا۔"

"میں تمہاری ڈیوٹی ایسی جگہ لگاؤں گا کہ عورت کے نام کو بھی ترس جاؤ گے۔"

"اللہ بالے کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔"

"نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہونے لگا۔"

"کیا؟" خان نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں، کچھ نہیں۔ میرا مطلب ہے پہلے کبھی دیکھا ہے۔"

خان کوئی جواب دینے کی بجائے خاموش ہوگیا۔ اور یہ دیکھ کر اس وقت وہ کسی گہری سوچ میں ہے، بالے کو بھی خاموشی اختیار کرنی پڑی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

لیڈر

شوکت لڑائی جیت کر لوٹنے والے کسی اصیل مرغ کی طرح پھولا ہوا جب نگار کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تو احتراماً کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ وہ پانچ آدمی تھے، جو سب کے سب خوش وضع اور مہذب لوگ معلوم ہوتے تھے۔ ان کی شکلیں دیکھ کر شوکت پر کچھ گھبراہٹ سی طاری ہونے لگی، لیکن نگار نے اس کا ہاتھ دبا دیا۔

"تشریف رکھیے۔" ان میں ایک تنومند آدمی ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شوکت سے بولا، وہ سر سالومن تھا۔

"جی ہاں، جی ہاں۔" شوکت یہ کہتے ہوئے جلدی سے بیٹھ گیا۔ اس کے پاس والی خالی نشست پر نگار بھی مسکراتی ہوئی بیٹھ گئی۔

"یہ میرے ڈیڈی ہیں۔" نگار نے سر سالومن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شوکت سے کہا۔ "اور، ڈیڈی، یہ ہیں شوکت صاحب۔ یہاں کے بڑے با اثر اور مشہور شخصیت۔"

نگار نے شوکت کی شاندار قسم کی تعریف کی۔ اور سر سالومن اس طرح چونک پڑے، جیسے واقعی یہ تعارف ان کے لیے حیرتناک ہو۔

"ارے، آپ ہیں شوکت صاحب! میں نے تو آپ کی بڑی تعریف سنی ہے۔" سر سالومن نے دوبارہ گرمجوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

"م... مجھے بھی... بھی... بھو... بھوت... یانی کہ خشی ہوئی... یانی کہ تھینک یو ویری مچ۔" شوکت جواب دیتے ہوئے بوکھلا گیا۔

"آپ وہی شوکت صاحب تو نہیں ہیں، جنھوں نے اسپتال فنڈ کے لیے ایک لاکھ

کا چندہ دیا تھا۔" دوسرے آدمیوں میں سے ایک نے شوکت کو پرتپاک نظروں سے کہا۔

"جی نہیں، وہ یانی کہ وہ تو..." شوکت کہنا چاہتا تھا، مگر نگار نے بات اچک لی۔

"جی ہاں، جی ہاں۔ وہی ہیں، بڑا دریا دل آدمی ہیں۔" وہ بولی۔

"ارے، مگر..." شوکت نے پھر کہنے کی کوشش کی، لیکن نگار نے کہنے نہ دیا۔

"کسرِ نفسی آپ کی خاص عادت ہے۔" وہ اسے آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے بول اٹھی اور مجبوراً شوکت کو گرگٹ کی طرح گردن ہلانا پڑی۔

"بڑے قوم پرور ہیں، صاحب، آپ تو۔ آپ جیسی ہستیوں کو تو پوجنے کو جی چاہتا ہے۔" تیسرے آدمی نے آگے بڑھ کر شوکت کا ہاتھ گرمجوشی سے دباتے ہوئے کہا۔

"وہ نہیں، یانی کہ اللہ قسم... میں تو... یانی کہ..." شوکت کے حلق میں پھر الفاظ اٹک گئے۔ اس کی سمجھ میں ہی نہ آ رہا تھا کہ کیا بولے۔

"مگر تعجب ہے کہ آپ اس حکومت کے معاملے میں کچھ نہیں بولتے، جس نے شریف آدمیوں پر جینا حرام کر رکھا ہے۔" تیسرے آدمی نے شوکت سے پوچھا۔

"اے لو، حرام حلالی کرنا خدا کا کام ہے، حکومت سالی کیسے کر سکتی ہے۔" شوکت نے اپنی دانست میں نہایت عقلمندانہ جواب دیا اور پھر داد طلب نظروں سے نگار کی طرف دیکھنے لگا۔

"جی ہاں، یہی بات تو کہی جا رہی ہے کہ پھر آخر حکومت کو ایسا کرنے کا کیا حق ہے۔"

"کوئی حق نہیں۔ دیکھنا، سب سالے دوزخ میں جائیں گے۔"

"سبحان اللہ، سبحان اللہ، کیا بات کہی ہے۔ قوم کو آپ جیسے بہادر اور حق گو لیڈر کی ہی ضرورت ہے۔"

"ارے نہیں، میں کاہے کا لیڈر میڈر۔ وہ تو ایک بات تھی۔ یانی کہ سچ بولنے میں

کا ئے کا ڈر۔"

"لیڈری اور کسے کہتے ہیں اور پھر ضروری نہیں کہ آدمی لمبی چوڑی تقریریں ہی کرتا پھرے ۔اصل تو ٹھوس تعمیری کام کرنے والے ہی لیڈر مانے جاتے ہیں ۔" سر سالومن نے کہا۔

"اپنا تو ہے ہی تعمیری کام،یانی کہ چونا سیمنٹ،بالکل ٹھوس ۔"شوکت نے جلدی سے سر سالوم کی گویا تائید کی ۔اس پر نگار کو ہنسی روکنا مشکل ہوگیا،لیکن اس نے پے در پے چھینکوں کی آڑ میں اسے چھپالیا۔

"ارے ہاں،ڈیڈی،وہ کل پارٹی کا ایک جلسہ بھی ہے نا۔آپ شوکت صاحب کو اس کی صدارت کے لیے مجبور کیجیے۔"نگار نے جلدی سے گفتگو کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

"بالکل ٹھیک یاد دلایا تم نے ۔ہاں بھئی،شوکت صاحب ۔آپ انکار نہیں کر سکتے ۔" سر سالومن نے اصرار کیا۔

"یانی کی میرا مطلب کائے سے؟"

"ملک میں صحیح نظامِ حکومت لانے اور موجودہ حکومت کی غلط کاریوں کی اصلاح کرنے کے لیے ہماری ایک پارٹی بڑی محنت اور صدقِ دل سے کام کر رہی ہے ۔کل اس کی ایک میٹنگ ہے اور آپ اس کی صدارت کریں گے ۔"

"کیوں؟ میں...؟ نہیں نہیں...اے لو،یہ تو وہی مثل ہوئی کہ میاں خان کب ہوئے،کب نام وام پڑا۔"

"پلیز،شوکت صاحب۔"نگار نے اسے قتل کر دینے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے ناز سے کہا اور بولی۔

"مم...مگر صدر مدر تو ڈاکٹر راجہ اندر پرشا...یانی..."

"اوہ،نہیں،وہ نہیں ۔آپ کو غلط فہمی ہوئی ۔دراصل ہر پارٹی کا ایک صدر اور دوسرے عہدیدار ہوتے ہیں۔"

Akram Allahabadi

"مگر وہ ہرا مان گئے تو؟" شوکت نے بیوقوفانہ انداز میں کہا۔

"کیوں مانیگے بھلا؟ ان کی پارٹی الگ، اپنی الگ۔ اور پھر وہ تو ہندوستان کے صدر ہیں، ان سے آپ کا کیا مقابلہ۔"

"لیکن، اللہ قسم مجھے نہیں مالوم صدر مدر کیا ہوتا ہے، کیا کھاتا پیتا ہے، کیا کرتا ہے؟"

"وہ سب ہم بتا دیں گے، آپ کو صرف ایک چھوٹی سی تقریر کرنی پڑے گی۔"

"تقریر؟ میرے تو باپ دادا نے بھی نہیں کی ہوگی۔" شوکت نے راست گوئی سے کام لیا۔

"دیکھیے، آپ بے بی کا دل توڑ رہے ہیں۔" سر سالومن نے نگار کی طرف اشارہ کر کے اس سے کہا۔

"ہاں، دیکھیے نا۔" نگار نے بھی مصنوعی روندھی آواز سے دہرایا۔

"اچھا اچھا۔ جیسے آپ لوگوں کی مرضی۔" شوکت نے ہتھیار ڈال دیے۔

"اور ہاں، دیکھیے ہماری پارٹی کا خاص ایک اصول یہ ہے کہ کیونکہ وہ ملک کی سچی خدمت کے لیے کام کر رہی ہے، اس لیے وہ اپنے کسی کام کا پروپیگنڈہ نہیں کرتی اور آپ کو بھی یہ عہد کرنا ہوگا کہ آپ اس کی ہر بات راز میں رکھیں گے۔" سر سالومن نے کہا۔

"بشرطیکہ آپ ملک وقوم کی واقعی بھلائی چاہتے ہوں۔" اس کے ساتھی نے لقمہ دیا۔

"اے لو، کون سالا نہیں چاہتا، اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔" شوکت نے اسے کسی قدر سخت لہجے میں جواب دیا۔

"آپس میں ناراض نہیں ہونا چاہیے، یہ اصول کی باتیں ہیں۔" سر سالومن نے اسے سمجھایا۔

"نہیں نہیں، میں ناراض نہیں ہو رہا ہوں، ذرا ایسے بولنے کی میری عادت ہے۔"

Akram Allahabadi

شوکت نے لہجہ نرم کر کے جواب دیا۔

"تو پھر کل رات کو آٹھ بجے۔ اور ہاں، آپ کیفے ایسٹرن میں ہی ملیے گا، وہاں سے بے بی آپ کو لے آئیں گی۔" سر سالومن نے کہا۔ اور شوکت اس طرح بار بار گردن ہلانے لگا، جیسے وہ خدا سے یہی چاہتا ہو۔

"بڑی تکلیف دی آپ کو۔" سر سالومن کا ساتھی بولا۔ "اب کوئی حرج نہ ہو تو کچھ خاطر کی جائے۔"

"شکریہ، شکریہ۔ مجھے اب اجازت دیجیے۔ ایک آدمی سے ملنا بھی ہے۔" شوکت اٹھتے ہوئے بولا۔

"چلیے، میں چھوڑ آتی ہوں۔" نگار نے بھی اس کے ساتھ ہی کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ وہ ان سب سے ہاتھ ملا کر نگار کے ساتھ باہر آ گیا۔

"میں چاہتی ہوں کہ آپ ایک دن اتنے بڑے آدمی بن جائیں کہ لوگ آپ کا نام سن کر چونکنے لگیں۔ اور بڑے بڑے لوگ آپ کو سلام دیں۔"

"کیوں؟"

"کیوں کیا؟ کوئی بھی لڑکی جسے پسند کرتی ہے، اسے عروج پر دیکھنا چاہتی ہے۔" نگار نے بڑی سادگی سے سمجھایا۔

"میں پسند ہوں آپ کو؟" شوکت نے رازدارانہ لہجے میں اس سے آہستہ سے پوچھا۔ اس کے دل میں اس وقت گلگلے پھوٹ رہے تھے۔

"بہت۔" وہ ناک سکوڑ کر مسکرا دی اور شوکت اس کی ادا پر دل ہی دل میں دو چار ہزار بار قربان ہو گیا، مگر ساتھ ہی اسے اس وقت اپنی محبوبیت پر شرم بھی آ گئی۔ اس نے خود ہی، ارے نہیں کہہ کر بھونڈے انداز میں مسکراتے ہوئے نظریں نیچی کر لیں۔

"تو کل آپ کیفے ایسٹرن میں آٹھ بجے مل رہے ہیں، مگر خدا کے لیے اپنے اس

دوست کو ساتھ مت لایے گا، وہ مجھے بری طرح گھورتا ہے۔" نگار نے بالے کے متعلق اسے ہدایت کی۔

"لاحول بھیجیے، اسے کاہے کو ساتھ لانے لگا۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوگی۔" شوکت نے جلدی سے کہا۔

"مگر کوئی تقریر مقرریہ کے بغیر صدر نہیں ہوسکتا کیا؟" شوکت کو تقریر کرنے والی بات پھر یاد آ گئی۔

"رسمی طور پر چند جملے تو بولنے ہی پڑتے ہیں اور پھر آپ کو کہنا ہی کیا ہوگا۔ بس حاضرین کو مخاطب کر کے صدارت کی کرسی کے لیے شکریہ ادا کر دیجیے اور یقین دلا دیجیے کہ جو ذمے داری آپ کو دی گئی ہے، آپ اسے ہر طرح پوری کرنے کی کوشش کرینگے۔"

"اچ...چھا۔" شوکت نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "یوں ہی سہی۔"

اس کے بعد جب شوکت کو رخصت کرتے ہوئے نگار نے مصافحہ کرنے میں اس کا ہاتھ اپنے نرم و نازک ہاتھ سے دبایا تو شوکت کے سارے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ کتنی حسین لڑکی، کتنا گورا اور ملائم ہاتھ۔ اور نگار اسے کار میں بٹھاتے ہوئے آخری احساس چھوڑ کر چلی گئی۔ شوکت نے اپنے اس ہاتھ کو پہلے سینے پر رکھا، پھر چوما، پھر کار اسٹارٹ کر دی، مگر احتیاطاً اس نے پلٹ کر اس بلڈنگ پر نظر بھی ڈالی جس کے ایک اندرونی کمرے میں ابھی ابھی اسے اتنا بڑا اعزاز ملا تھا۔ بلڈنگ کے دھارے پر جلی حروف میں کندہ تھا، 'مادھوکنج'، نام بھی ایسا تھا، جسے دو تین بار پڑھنے کے بعد وہ سمجھ سکا۔ پھر بھی کنج کا لفظ اس کے دماغ میں اٹکا ہی رہا، کیونکہ وہ اس کا مفہوم ہی نہیں جان سکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

تلاش

سرتن سے غائب پائے جانے والے ان دونوں مردوں کے سلسلے میں آج تین دن گزر جانے کے باوجود پولیس کو کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ خان نے ویسے مقتول کے کچھ دوستوں اور کچھ کاروباری رقیبوں کو بھی بلوا کر ان سے متعدد سوالات کیے تھے، لیکن ایک بھی اشارہ ایسا نہ مل سکا، جس سے ان وارداتوں پر کوئی روشنی پڑ سکتی۔ مقتول ریلوے ڈرائیور کا ایک پڑوسی تھا، اس سے اکثر جھگڑا کرتا تھا، لیکن وہ قتل کر دینے کی حد تک باہمت نہیں معلوم ہوتا تھا اور پھر اگر اس سے پہلے اور بالکل ویسا ہی واقعہ رام سرن کا نہ ہوا ہوتا تو شاید پولیس اس سے پوچھ پاچھ میں زیادہ رگڑتی۔ بہر حال خان کے ایما پر اس سے زیادہ باز پرس نہیں کی گئی۔ ویسے خان ان کیسز میں جو سہی کارروائی کا طریق اختیار کیے ہوئے تھا، وہ دوسروں کے لیے غیر متوقع تھا۔ اس طرح بے دلی سے خان کبھی کیسز کی تفتیش نہ کرتا تھا، جس طرح وہ ان کیسز میں کر رہا تھا۔ بالے نے اس سے پوچھا بھی، لیکن وہ یہ کہہ کر ٹال گیا کہ، بے گناہوں کو دھمکیاں دینے سے کیا ہوگا۔

''تو پھر گناہ گار کون ہے؟'' بالے نے جھنجلا کر پوچھا۔

''تم بھی تو اتنے سالوں سے میری اسسٹنٹی کر رہے ہو، خود بھی سوچو کچھ۔''

''لاشوں کے تو صرف سر ہی نہیں، لیکن کیسز کا تو سر پیر ہی نہیں ہے، پھر میں کیا سوچوں۔''

''تو پھر صبر کرو اور آسمان سے سراغ ٹپکنے کی دعائیں مانگو۔''

''آسمان سے سراغ؟ تا اب آپ تقدیر کے بھروسے گاڑی چلائیں گے۔'' بالے نے طنز کیا۔

Akram Allahabadi

"چلو یوں ہی سمجھ لو۔"

"میری سمجھ میں تو خاک نہیں آتا۔"

"سمجھ میں خاک آ گئی تو پھر کیا سمجھو گے۔"

"اپنا سر۔اب آپ ہی سمجھا دیجیے۔"

"بیٹے، یہی تو معلوم کرنا ہے کہ گنہگار کون ہے۔معلوم ہوتا تو دیر کس بات کی تھی۔"

"تو کیا یہ بھی کوئی پراسرار بیماری ہے۔"

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"خیر، دیکھ لیں گے، ویسے ابھی تمہیں سیدھے گھر ہی چلنا ہے۔"

"کچھ بھی مہلت نہیں؟"

"اونہوں نہہ۔"

"چلیے۔" بالے بے بسی سے بولا۔

☆☆☆☆☆☆

خان ابھی کار سے اتر کر بنگلے میں داخل ہی ہوا تھا کہ ملازم غلام رسول نے اسے خبر دی کہ اس کے نام دو بار فون آ چکا ہے۔اور چند منٹ بعد ہی کرنے والے نے پھر فون کرنے کو کہا ہے۔خان نے صرف اثبات میں سر ہلا کر ہُم کہا اور لباس تبدیل کرنے کے لیے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔وہ جب واپس لوٹا تو بالے فون پر موجود تھا۔وہ کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔

"کس کا فون ہے؟"

"بھائی حرام مونچھ۔" یہ کہتے ہوئے اس نے رسیور خان کو دے دیا۔

"اب کسی دن دو دو ہاتھ ہو جائیں گے تم سے۔" اُدھر سے وہ کہہ رہا تھا۔

"کسی دن کیوں، آج ہی ہو جائیں نا۔" خان نے مسکراتے ہوئے اِدھر سے کہا۔

Akram Allahabadi

اور رؤف اس کی آواز سنتے ہی بوکھلا گیا۔

"سر، وہ۔۔یعنی کہ۔۔۔میرا مطلب ہے۔" رؤف گھبراہٹ میں بول نہ سکا۔

"مجھے معلوم ہے۔خیر بتاؤ، کیا رپورٹ ہے؟"

"مہا پجاری سے پچھلے تین دن کے عرصے میں ستر بہتر آدمی ملنے آئے، لیکن وہ سب معتقدین میں سے تھے اور اسے نذرانے پیش کر کے چلے گئے۔"

"خود اس کی نقل و حرکت کیا رہی؟"

"حسب معمول۔وہ صبح اور شام مندر میں جاتا ہے، باقی وقت اپنی قیام گاہ میں گزارتا ہے۔البتہ میں نے آج صبح اسے انگریزی کا ایک اخبار پڑھتے دیکھا۔

"انگریزی کا؟" خان نے دہرایا۔"ہوسکتا ہے وہ پڑھا لکھا آدمی ہو۔" وہ خود ہی بڑبڑایا۔

"معلوم تو یہی ہوتا ہے۔" رؤف نے تائید کی۔

"وہ لڑکی؟"

"اسی کے بارے میں رپورٹ دے رہا تھا، سر۔آج دوپہر میں تقریباً پونے تین بجے ایک فیروزی رنگ کی وہی سوٹو کار آئی تھی، جس میں سوائے ڈرائیور کے کوئی نہ تھا۔اس وقت وہ لڑکی اندر سے نکل کر اس کار میں بیٹھ کر چلی گئی۔

"وہ کس حالت میں نکلی تھی؟میرا مطلب ہے لباس وغیرہ؟"

"ایک داسی والے لباس کے برعکس وہ ایک دھانی رنگ کی ساڑی پہنے ہوئے تھی اور چہرے پر پاؤڈر وغیرہ بھی نظر آرہا تھا۔"

"موڈ کیا تھا؟"

"پرسکون۔"

"اس وقت مہا پجاری کہاں تھا؟"

Akram Allahabadi

"وہ برآمدے میں کھڑا اسے جاتے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔"

"اس وقت اس کی قیام گاہ میں کتنے آدمی ہیں؟"

"مہا پجاری اور اس لڑکی کو ملا کر چھ آدمی ہیں، جن میں سے دو تو مہا پجاری کے چیلے ہیں اور دوسرے دو اچھی شکلوں کے آدمی نظر نہیں آتے۔"

"تمہارا مطلب ہے غیر شریفانہ؟"

"کچھ یوں ہی، ویسے اس سے پہلے میں نے انھیں کہیں دیکھا بھی نہیں ہے۔"

"اور وہ لڑکی ابھی تک واپس نہیں آئی؟"

"جی ہاں، ابھی تک تو نہیں لوٹی۔"

"اچھا، ابھی نگرانی کو جاری رکھو، میں خود ہی کسی وقت تم سے مل لونگا۔" خان نے کہا۔

"بہت بہتر ہے۔" رؤف نے یہ کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

خان اب بالے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"تم چاہو تو دس منٹ میں چائے وغیرہ پی سکتے ہو۔" خان نے اس سے کہا۔

"یہ وغیرہ میں کیا وہائٹ ہارس وغیرہ بھی شامل ہے؟"

"کھوپڑی مضبوط ہو تو ہمت کر کے دیکھو۔"

"آپ ایک راجپوت کی غیرت کو للکار رہے ہیں۔"

"میں بکواس کے موڈ میں نہیں ہوں، جاؤ جلدی کرو۔"

"اور اگر کوئی ستانے کے موڈ میں ہو؟"

"تو اس کا مزاج درست کیا جا سکتا ہے؟" خان نے اسے گھورا۔

"بہتر ہے، بہتر ہے، باقی آئندہ۔" یہ کہتا ہوا بالے ڈرائنگ روم کی طرف چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

آنریبل شری وشواناتھ

ایک فلسفی پاگل سا آدمی، جس کی داڑھی بڑھی اور چھتری ہوئی تھی اور مونچھیں اوپری ہونٹوں کے سروں سے لٹک آئی تھیں، فٹ پاتھ پر ٹہلتے ٹہلتے کیفے ایسٹرن میں داخل ہوگیا۔ ہوٹل کا دربان اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ اگر بے شکن اور شاندار قسم کے کپڑے نہ پہنے ہوئے ہوتا دربان یقیناً اسے دروازے پر ہی روک دیتا۔ ہوٹل کے ہال میں موجود لوگ بھی اسے دیکھ کر کچھ چونکے، لیکن پھر اپنی دھن میں کھو گئے۔ وہ ایک خالی میز کے پاس کرسی پر بیٹھ کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اسی وقت ایک بیرا پشت سے آ پہنچا۔

"کیا منگتا ہے، صاحب؟" اس نے مؤدب لہجے میں اس سے آرڈر طلب کیا۔

"آزادی۔ میں ملک وقوم کی آزادی مانگتا ہوں۔ میں... میں آنریبل شری وشوا ناتھ۔ تم کون ہو جی پوچھنے والے؟" بوڑھے نے کھوئے ہوئے انداز میں پلٹ کر بیرے کو جواب دیا۔

"صاحب، آرڈر؟" بیرے نے اس کی بات پر غور کیے بغیر اپنا سوال دہرایا۔

"کس کا آرڈر؟ کیسا آرڈر؟ میں کسی کا آرڈر نہیں مانتا۔ میں... مم... میں یو گیٹ آؤٹ۔" بوڑھے نے بیرے پر آنکھیں نکال لیں۔ وہ بیچارہ کچھ نہ سمجھ سکا۔ اچھے خاصے صاحب حیثیت اور مہذب آدمی کے لباس میں وہ اس اجنبی بوڑھے گاہک کے لیے خود کوئی رائے قائم نہ کرسکا۔ اس لیے اس نے منیجر کو جا کر خبر کردی۔ منیجر خود بھی اسے نشست پر کھوئے ہوئے انداز میں بیٹھے دیکھ چکا تھا۔ اور اس کے لیے بھی یہ بوڑھا چہرہ اجنبیت لیے ہوئے تھا۔ وہ اپنے کیبن سے نکل کر بوڑھے کی میز تک آیا اور اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔ بوڑھے نے ایک بار اس کی طرف دیکھا اور پھر نفرت سے منہ پھیر لیا۔

Akram Allahabadi

"کیا ہم آپ کی کوئی خدمت کر سکتے ہیں؟" منیجر نے نرم اور پر اخلاق لہجے میں اس سے پوچھا۔

"کرنا ہے تو ملک وقوم کی خدمت کرو، ورنہ کان پکڑ کر گدی سے اتار دونگا۔ بہت ہو چکا بس...بس..." بوڑھا منیجر کو خوابناک نظروں سے دیکھ کر بڑبڑایا۔

"آپ ایک ہوٹل میں بیٹھے ہوئے ہیں، جناب۔" منیجر نے سنجیدگی سے اسے احساس دلانے کی کوشش کی۔

"ورنہ تمہارا بس چلتا تو تم یہیں فٹ پاتھ پر بٹھاتے۔ میں کہتا ہوں یہ راکھشس راج نہیں چلے گا۔ میں تمہیں چتاونی دیتا ہوں کہ اپنے بھیجے ٹھیک کر لو، ورنہ جہاں سے بھیجے گئے ہو، وہیں پھر ابھی بھیج دیے جاؤ گے۔" بوڑھے نے اسے مخاطب کر کے باقاعدہ نصیحت شروع کر دی۔

"شاید کچھ پی رکھی ہے آپ نے؟" منیجر نے دبے لہجے میں کہا۔

"آنریبل شری وشوا ناتھن الو کے پٹھے نہیں کہ انھیں پلا کر تم سمجھوتے پر دستخط کروا لو گے۔ جاؤ، دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔ جاؤ، جاؤ۔"

بوڑھے کے اس جواب پر منیجر کچھ نہ بولا۔ اس نے بیرے کو لوٹ آنے کا اشارہ کیا اور خود کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ شاید وہ سمجھ چکا تھا کہ بوڑھ کوئی سیاستداں قسم کا پاگل ہے اور اتفاق سے یہاں گھس آیا ہے۔ وہ اسے طرح دینا چاہتا تھا کہ اس کی طرف متوجہ نہ ہونے پر وہ خود ہی اٹھ کر چلا جائے، لیکن اس سے بھول یہ ہوئی کہ اس نے دوسرے بیروں کو اس کی میز پر نہ جانے کی ہدایت نہ کی۔ اور ایک منٹ بعد ہی ایک دوسرا بیرا ادھر سے گزرتے ہوئے بوڑھے گاہک کو گم سم بیٹھا دیکھ کر اس کی متوجہ ہو گیا۔

"کچھ چاہیے، صاحب؟"

"تین دو پانچ۔" بوڑھے نے جھٹکے سے رخ اس کی طرف پھیرتے ہوئے جواب

Akram Allahabadi

دیا۔

"جی؟" بیرے نے کچھ نہ سمجھ کر دوبارہ پوچھا۔

"اگر ایک اور ایک مل کر دو ہو سکتے ہیں تو ایک اور ایک مل کر گیارہ بھی ہو سکتے ہیں، کیوں؟" بوڑھے نے بیرے سے ہی سوال کیا اور وہ خوشامداً اثبات میں سر ہلانے لگا۔

"شاباش۔ مادرِ وطن کو ایسے ہی گدھوں کی ضرورت ہے۔ لو، ہم تمہاری مدد کرتے ہیں۔ اس سے بیوی بچے خرید کر الیکشن لڑو اور ہمیں ایک گلاس پانی پلاؤ۔"

وہ جیب سے دس روپے کا ایک نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

بیرا بیچارہ دس کا نوٹ دیکھ کر تذبذب میں پڑ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس بخشش کو لے یا نہ لے، بہرحال لالچ غالب آ گئی اور اس نے نوٹ لینے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔

"اخاہ، تم سرکاری الّو رشوت کے لیے کتنی جلدی ہاتھ پھیلا دیتے ہو اور پھر بھول جاؤ گے کہ لارڈ ڈیول کے گلے میں گھنٹی کس نے باندھی تھی۔" بوڑھے نے یہ کہتے ہوئے جلدی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور بیرا اس کا منہ ہی تکتا رہ گیا۔

"آنریبل شری وشوا ناتھن نے بال چابی مار کر خضاب سے کالے نہیں کیے ہیں۔ ان جوان سال بازوؤں میں اب بھی اتنی طاقت ہے کہ فرعون کا تختہ الٹ کر نہر پناما سے خنجر نکال لے جائیں۔ جاؤ، کہہ دو اپنے سفید انڈوں سے کہ ۱۸۶۲ء جاگ اٹھا ہے اور بیٹیل کے قیدی اپنی چھتریاں، نہیں چھڑیاں، نہیں چھریاں تیز کر رہے ہیں۔"

بوڑھے اجنبی کی ان عجیب باتوں پر سر کو جھٹکتا ہوا دوسرا بیرا بھی منیجر کو خبر کرنے چلا گیا۔ بوڑھے نے گھوم کر دیکھا۔ شاید اس کی گفتگو قریب کی چیئر پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے بھی سن لی تھی۔ وہ اسے حیرت و دلچسپی کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ بوڑھا خود ہی ان سے مخاطب ہو گیا۔ "آپ لوگ خان کے آنسو نہ روئیے، میں آنریبل شری وشوا ناتھ آپ سے اور آپ کے آباؤ اجداد کی روحوں سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تک آپ لوگوں کو آزاد نہ کرا لوں گا چین میں

جا کر بنسری نہیں بجاؤں گا۔اور جاپان میں تو بنسری ہوتی ہی نہیں ۔نہ بجے گا بانس نہ ہوگی بنسری۔"

"شکریہ،شکریہ۔"ان لوگوں میں سے ایک زندہ دل نوجوان نے مسکرا کرا سے جواب دیا۔

"وہ لیڈر نقطۂ نا تخفیف ہوتے ہیں جو احسان کا شکر یہ چاہتے ہیں۔میں نے تو عہد کر رکھا کہ روز صبح گاجر کا حلوہ کھاؤں گا۔آپ لوگ چاہیں تو سلطانیہ میڈیکل ہال کا نکسوں کھا سکتے ہیں۔"

"واہ واہ۔کیا نسخہ بتایا ہے،چچا جان۔"ایک دوسرا ادھیڑ عمر کا آدمی قہقہہ مار کر اپنی میز سے بول اٹھا۔"جواب نہیں۔"

"سراسر بہتان ہے،میری ماں اگر تمہارے باپ کو جنم دیتی تو تم آج وزیر اطلاعات ہوتے۔یہی حکومت میں نا اہلوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ کر گنگا کی ترائی میں دبا دیا جائیگا، تا کہ آئندہ آگنے والی نسلیں پھل کھائیں اور عبرت حاصل کریں۔"

بوڑھے کے اس جواب پر ہال کی کئی میزوں پر قہقہے گونج اٹھے۔ایک آدمی نے کچھ زیادہ قریب آکر بڑی سنجیدگی سے اس سے کہا۔

"تمہاری محرومی پر ہمیں افسوس ہے۔"

"آنریبل شری وشوا ناتھن کو تمام مرغے جانتے ہیں کہ وہ ذات کے اصیل واقع ہوئے ہیں۔"

"شری وشوا ناتھن۔"بیک وقت کئی زبانوں سے حیرت سے نکلا۔

"کیوں،کیا واقعی جانتے ہیں آپ انھیں؟"پاس والی میز پر موجود ایک خوش پوش آدمی نے ایک چونکنے والے ساتھی سے پوچھا۔

"میں کیا،لاکھوں آدمی جانتے ہوں گے کہ اب سے تین سال پہلے شری وشوا ناتھن

Akram Allahabadi

پارلیمنٹ کے ایک ممبر تھے۔"

"لیکن یہ تو کوئی پاگل..." پہلے نے کہنا چاہا۔

"ہاں۔وہ کار کے ایک حادثے کے بعد سے پاگل ہو گئے تھے۔"

"تو پھر انھیں تو پاگل خانے بھیج دیا گیا ہوگا۔" ایک چوتھے نے مداخلت کی۔

"نہیں بھائی، وہ کوئی معمولہ آدمی نہیں تھے، بنگلور میں ان کی ٹکر کا کوئی رئیس ہی نہیں ہوا ہے۔بھلا ایک کروڑ پتی کو کون پاگل خانے بھیج سکتا ہے۔"

"ارے ہاں، شری وشواناتھن کو علاج کے لیے شاید انگلینڈ بھیج دیا گیا تھا۔" ایک پانچویں آدمی نے، جو ان چاروں کے قریب آ گیا، ان کی گفتگو میں دخل دیا۔

"تو کیا وہ یہی ہیں۔" پہلے نے پوچھا۔

"خدا جانے واپس ہی آ گئے ہوں، مگر میں نے خود انھیں کبھی نہیں دیکھا۔اخباروں میں بھی یہ خبریں پڑھی تھیں۔دوسرے آدمی نے بتایا۔کوئی تو جانتا ہی ہوگا انھیں۔"

"بنگلور کے رئیس کو بنگلور والے ہی جانتے ہونگے، ہمارے شہر میں تو راجے مہاراجے بھی موٹریں لیے سڑکوں پر گھومتے پھرتے ہیں اور کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔" تیسرے آدمی نے کسی قدر طنزیہ لہجے میں کہا

"ہونہہ، ہونگے، گولی مارو نہ یار۔" چوتھے نے لاپروائی سے سر کو جھٹک کر کہا۔اور وہ اپنی گفتگو ختم کر کے پھر شری وشواناتھن کی طرف دیکھنے لگا۔وہ اس وقت منیجر سے الجھے ہوئے تھے، جو ہال میں اس بوڑھے کی موجودگی سے پیدا ہونے والی گڑ بڑ کی وجہ سے گرم ہو کر آ پہنچا تھا۔

"میں تمھیں گدھوں کے اصطبل میں بند وا کر اتنے جوتے پڑواؤں گا کہ گھاس کھاتے نظر آ ؤ گے۔کیا سمجھ رکھا ہے تم نے۔میں آنریبل شری وشواناتھن ہوں۔"

"آپ لاڈ صاحب ہوں، تب بھی پولیس کو بلا کر یہاں سے نکلوا دوں گا۔"

"میں انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کی رو سے تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ جمہوریت پر ایمان لے آؤ اور سفید مرغوں کا ساتھ چھوڑ دو، ورنہ تمہاری آنے والی نسلوں میں بہت الّو کے پٹھے پیدا ہوں گے۔ آنریبل شری وشواناتھن ایک بھی نہ ہوگا۔"

"نکالو اس پاگل کو یہاں سے۔" منیجر نے اپنے ملازموں کی طرف گھوم کر غصے سے کہا، لیکن اسی وقت وہ دروازے سے محکمہ خفیہ کے انچارج سپرنٹنڈنٹ خان کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر چونک پڑا۔ خان وردی میں نہیں تھا، تب بھی اس کی شکل شہریوں کے لیے جانی پہچانی تھی۔ لوگ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ وہ سیدھا اسی بوڑھے آدمی کی طرف آرہا تھا۔ منیجر نے خان کو سلام کیا اور خود اس کے قریب پہنچ گیا۔

"میں پولیس کو خبر کرنے ہی جا رہا تھا۔ اس بوڑھے پاگل نے خاصا ہنگامہ مچا رکھا ہے یہاں۔" منیجر نے خان سے کہا۔

"وہ شری وشواناتھن ہیں۔" خان نے مختصراً جواب دیا اور منیجر کو غرقِ حیرت چھوڑ کر بوڑھے کے قریب پہنچ گیا۔ منیجر شاید شری وشواناتھن کے نام سے بھی واقف نہ تھا، لیکن خان کے منہ سے ان کا نام سن کر وہ سوچ میں پڑ گیا کہ شری وشواناتھن کوئی خاص ہستی ہی ہوسکتی ہے جو محکمہ خفیہ کا سپرنٹنڈنٹ بھی اس سے واقف تھا۔

خان بوڑھے کے پاس پہنچ کر رک گیا۔

"آنریبل شری وشواناتھن۔" خان نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"کون ہے؟ اوہ... مگر ہمارے ملنے کا یہ وقت تو نہیں ہے۔ اس وقت تو ہم اپنی اسمبلی سے خطاب کر رہے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میرے ساتھ میڈیکل اگزامینیشن کے لیے چلنا ہوگا۔ میں پولیس آفیسر ہوں۔"

"پولیس، یعنی سفید مرغوں کی قانونی اولاد۔ دور ہو جاؤ میرے سامنے سے، تم

Akram Allahabadi

جمہوریت کے خونی ہو۔ تم نے ہماری آزادی کا گریباں پھاڑ ڈالا ہے۔ میں نے انگریزوں کو دعوت دی ہے کہ وہ آکر تمہاری مالگوشی کریں۔ ہمیں ایسی حکومت نہیں چاہیے جو غریبوں کو حلوہ کھلائے اور خود انڈے پراٹھے کھائے۔"

"ہیر ہیر۔" ایک میز کی طرف سے آواز آئی۔

"آپ لوگ خاموش رہیے، یہ دماغی عدم توازن کے مریض ہیں۔" خان نے دوسروں کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے کہا۔

"تو ہتو کیا یہ کوئی بڑی شخصیت ہی ہیں؟" منیجر نے ڈرتے ڈرتے خان کے قریب آکر آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں۔ بنگلور کے ایک بڑے رئیس اور پارلیمان کے سابق ممبر۔ یہ تین برس بعد انگلستان سے علاج کرا کے لوٹے ہیں، لیکن ڈاکٹروں کی رپورٹ ہے کہ اب بھی ان کو دن دو دن میں خللِ دماغ کا دورہ پڑ جاتا ہے۔" خان نے اسے بتایا۔

"اوہ ہتو شاید اس وقت دورے کی کیفیت میں ہیں۔"

"لیکن دورے کی کیفیت میں بھی ڈاکٹروں کے نام سے ڈرتے ہیں۔ میں اسی لیے انھیں ڈاکٹری معائنے کی دھمکی دے کر یہاں سے لے جا رہا ہوں، ورنہ یہ ہرگز نہ ٹلیں گے۔ ان کی لیڈی سکریٹری نے دوپہر کو ان کی گمشدگی کی خبر دی تھی اور تب سے میں انھیں تلاش کر رہا ہوں۔" خان نے اسے بتایا۔

"اچھا ہوا جو آپ آ گئے، ورنہ میں تو انھیں پاگل سمجھ کر باہر نکلوا رہا تھا۔"

"ایسا کرنے کی بجائے ایسے موقعوں پر آپ کو اس کی خبر کرنی چاہیے تھی، خیر۔" یہ کہہ کر خان پھر شری وشواناتھ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ اس وقت ہال میں موجود لوگوں کا منہ چڑا رہے تھے۔

"آپ میرے ساتھ چلیں گے۔" خان نے ان سے کہا۔

Akram Allahabadi

"لیڈیز اینڈ جنٹلمین، اب آپ کے سامنے ایک ٹانگ کا مرغا پیش کیا جائے گا۔ یہ مرغا پراچین سنسکرتی کا نیا جانور اور.... بھارت کا لنگڑا سپوت ہے۔ یہ سال میں تیرہ انڈے دیتا ہے، لیکن سب گندے نکلتے ہیں۔ البتہ قابلِ فخر بات یہ ہے کہ آزادی کی صبح کے آثار دیکھ کر سب سے پہلے یہی ککڑوں کاں بولا تھا۔ اس لیے ہماری دھرتی پر اس کا سب سے زیادہ حق ہے۔ یہ اکیلا دس ہزار آدمیوں کی خوراک کھاتا ہے۔ اور پھر بھی اس کا ہاضمہ درست رہتا ہے۔"

شری وشوا ناتھن ان کی دیوانگی سے دلچسپی لینے والے آدمیوں کے سامنے کھڑے تقریر کر رہے تھے۔

"شری وشوا ناتھن۔" خان نے انھیں پھر ٹوکا۔

"ہم سفید مرغے کی تعریف کر رہے ہیں۔ برا لگے تو تم بھی ککڑوں کوں بول سکتے ہو۔"

"آپ یوں نہیں چلیں گے تو میں ڈاکٹر کو یہیں بلوائے لیتا ہوں۔" خان نے دھمکی دی۔

"کک... کیا... ڈاک... ٹر... تم کون ہو؟" شری وشوا ناتھن یکا یک چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"میں آپ کو لینے آیا ہوں۔"

"پالکی لائے ہو ہماری؟"

"جی ہاں، باہر موجود ہے۔"

"اچھا، چلو۔" یہ کہہ کر شری وشوا ناتھن نے پژمردگی سے منہ لٹکا لیا اور بھیگی بلی کی طرح چلتے ہوئے ہوٹل سے باہر نکل گئے۔ سب لوگ انھیں حیرت و تعجب اور دلچسپی کی امتزاجی نظروں سے دیکھتے رہ گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

تعاقب

اپنے سادہ نجی لباس میں انسپکٹر شاہ تقریباً نصف گھنٹے سے اس لمبی نیلی کار کا پیچھا کر رہا تھا جس کی کھڑکیوں کے شیشے بند تھے۔ اسے وائرلیس پر خان کی طرف سے ہدایت ملی تھی کہ اس کار کا بڑی احتیاط سے تعاقب کرے اور اسی لیے اس نے اپنی جیپ کو چھوڑ کر ٹیکسی پکڑ لی تھی۔ اس کار کی نمبر پلیٹ پر جو نمبر تھے وہ غیر مانوس تھے اور یہ بات تو یقینی تھی کہ یہ کار کسی غیر ملکی ادارے سے تعلق رکھتی تھی۔ البتہ اسے اس کا پیچھا کرنے کی ہدایت کیوں کی گئی، یہ انسپکٹر شاہ کو بھی معلوم نہ تھا۔ خان کے احکامات بسا اوقات اسی قسم کے ہوتے تھے جن کا پس منظر خود اس کے ماتحت نہ سمجھ پاتے۔ بہر حال یہ وہ بھی جانتے تھے کہ ان کے آفیسر کا کوئی اقدام بے سبب یا غیر اہم نہیں ہوتا۔ اور خان صرف ان ہی اقدامات کے اسباب انھیں بتایا کرتا تھا، جو سرسری نوعیت کے ہوں یا پھر صیغۂ راز کے نہ ہوں۔

یہ کار شہر کے باہر باہر سڑکیں ناپتی ہوئی اب آرش کالونی میں داخل ہو رہی تھی۔ اس جگہ ایک آرشی مشن اسپتال، ایک یتیم خانہ اور ایک اسکول کے علاوہ چند مغربی ممالک کے سفارت خانوں سے تعلق رکھنے والے غیر ملکیوں کی قیام گاہیں بھی تھیں۔

انسپکٹر شاہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اس کالونی میں داخل ہو یا نہ ہو، لیکن خان نے تو بہر صورت تعاقب جاری رکھنے کی ہدایت کی تھی، اس لیے اسے غیر ملکیوں کی اس کالونی میں داخلے کی کچھ نہ کچھ فرضی وجوہ ضرور قائم کرنی تھیں۔

اس کار کو ایک سادہ سی دو منزلہ عمارت کے سامنے رکتے دیکھ کر اس نے ٹیکسی رکوا دی۔

''تم کالونی کے باہر گاڑی روکو، میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔'' وہ ٹیکسی ڈرائیور کو دس روپے کا نوٹ تھما کر ہدایت کرتا ہوا گاڑی سے اتر گیا۔ اور ڈرائیور نے اچھا صاحب کہہ کر گاڑی

Akram Allahabadi

بیک گیر میں ڈال دی۔

انسپکٹر شاہ فٹ پاتھ پر اس انداز سے کنارے کنارے چلنے لگا، جیسے اسے کسی کی تلاش ہو، لیکن اس کار کی طرف نظر ڈالنے سے بھی احتراز کر رہا تھا۔ پھر اس نے کار کا دروازہ کھو کھول کر کسی کے کار سے اترنے کی جھلک دیکھی اور ہیٹ کا اگلا سرا چہرے پر جھکا کر وہیں سگریٹ جلانے لگا۔ کار سے اترنے والی ایک سڈول جسم کی حسین لڑکی، جس کے چہرے کی سرخی اور اس کا لباس اسے غیر ملکی ہی ظاہر کرتا تھا۔ اس نے ایک نظر چاروں طرف ڈالی اور اس عمارت میں داخل ہوگئی۔ انسپکٹر شاہ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اتنی دیر میں وہ کار دوبارہ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ چکی تھی۔ جب وہ اس عمارت کے سامنے سے گزرنے لگا تو اس نے ترچھی نظروں سے دیکھا، عمارت کے دروازے کے اوپر پتھر یلے فریم میں انگریزی میں اس عمارت کا نام 'ویسٹ وینیو' کندہ تھا۔

یہاں تک پہنچ کر شاہ اس تذبذب میں پڑ گیا کہ اسے آگے کیا کرنا چاہیے۔ وہ اگر کسی بہانے اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرتا تو نہ جانے یہ چیز خان کے پلان کے مطابق ہوگی یا برعکس۔ اس نے یہی مناسب سمجھا کہ کسی طرح کہیں سے فون پر خان سے مزید ہدایات لینے کی کوشش کرے۔

اس کی یہ مشکل بھی جلد ہی حل ہوگئی۔ اسے ایک کراس لین میں بنے ہوئے پوسٹ آفس کے باہر ہی پبلک ٹیلی فون بوتھ نظر آیا۔ چاروں طرف نظریں دوڑا کر وہ اس بوتھ میں گھس گیا۔ اسے تین مقامات پر فون کرنا پڑا۔ پہلے آفس، وہاں سے معلوم ہوا کہ سپرنٹنڈنٹ خان اس وقت کہاں ہوں گے، اس کا علم آفس کو نہیں ہے۔ دوسرا فون اس نے گھر پر کیا، لیکن پتا چلا کہ خان ابھی تک گھر نہیں لوٹا ہے۔ تیسری بار جب مایوسی کے عالم میں اس نے ڈاکٹر سید کے یہاں فون کیا تو خان وہاں موجود تھا۔ جس طرح بالے اور شوکت ایک دوسرے کے بے تکلف اور گہرے دوست تھے، اسی طرح خان اور ڈاکٹر سید میں گہری دوستی تھی اور خان اپنے فرصت

کے اوقات میں اکثر ڈاکٹر کے یہاں موجود پایا گیا تھا۔ شاہ نے اسے تعاقب کے نتیجے سے آگاہ کر دیا۔

"مجھے معلوم ہے، ویسٹ وینیو میں کون رہتا ہے، لیکن آپ کا کام ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔" خان نے فون پر کہا۔

"میں نے کام ہی کونسا کیا ہے، صرف تعاقب جو ایک کانسٹیبل بھی کر سکتا تھا۔" شاہ کے لہجے میں ہلکا سا احتجاج تھا۔ غالباً اس ڈیوٹی کے خلاف جو ان کے سپرد کی گئی تھی۔

"کیا یہ کم ہے کہ آپ نے تعاقب کا احساس نہ ہونے دیا، ورنہ وہ کار وہاں ہرگز نہ رکتی۔ بہر حال آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔" خان نے یہ کہہ کر فون ڈسکنکٹ کر دیا۔

"بہت خوب۔" شاہ کہتا ہی رہ گیا۔ وہ کچھ جھنجھلا سا گیا تھا۔ اس لیے کہ یہ ہدایت بھی بہت مختصر اور غیر واضح تھی۔ وہ رومال سے پسینہ پونچھتا ہوا بوتھ سے نکل آیا۔ لیکن گلی کے موڑ پر آتے ہی وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ وہی کار اب رخ پھیر کر اسی عمارت کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی اور اس وقت وہی لڑکی ایک سفید فام اجنبی کے ساتھ اندر سے نکل کر کار میں بیٹھ رہی تھی۔ کار فوراً بعد اسٹارٹ ہو گئی۔

شاہ واپس لوٹا تو وہ ٹیکسی اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اور اس کی ہدایت پر ڈرائیور تیز کار کا تعاقب کرنے لگا، لیکن اتنے فاصلے سے کہ آگے جانے والوں کو اس کا احساس نہ ہو۔

وہ کار اب انشا اسٹریٹ میں داخل ہو رہی تھی اور انسپکٹر شاہ کی ٹیکسی اب راہ چلتی دوسری ٹیکسیوں میں شامل ہو کر آہستہ آہستہ اس کے پیچھے آ رہی تھی۔ پھر انسپکٹر شاہ نے اس کار کو ایک بڑی فرم کی عمارت کے آگے رکتے دیکھا۔ انشا اسٹریٹ کاروباری علاقہ تھا اور یہاں زیادہ تر بڑی بڑی انگلش فرموں کی عمارتیں اور ان کے دفاتر تھے۔ وہ کار ایک عمارت کے سامنے فٹ پاتھ پر رکی تھی۔ اس پر آلیور آکسیجن کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ انسپکٹر شاہ بھی ٹیکسی سے اتر پڑا۔ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کر کے خود پیدل چلتا ہوا اس کار سے اتر کر اندر داخل ہونے والوں کے بعد خود بھی اس عمارت میں داخل ہو گیا۔ لیکن اندر وہ اسے نظر آئے۔ سامنے ایک بڑے ہال

میں پارٹیشن ڈال ڈال کر متعدد دفاتر بنا دیے گئے تھے اور پہلی نظر میں دیکھنے پر یہ خاصا گورکھ دھندا معلوم ہوتا تھا۔ مجبوراً وہ انکوائری کلرک کے کاؤنٹر کے سامنے ہی رک گیا۔ وہ کوئی دیسی عیسائی لڑکی تھی جو اسے دیکھتے ہی بڑی خوش خلقی سے اس سے مخاطب ہو گئی۔

"یس، پلیز۔" اس نے پوچھا۔

"میں نے سنا ہے آپ کے یہاں آکسیجن کے چولھے فروخت ہوتے ہیں؟" انسپکٹر شاہ سے یہی سوال بن پڑا۔

"جی ہاں، ہوتے تو ہیں، لیکن براہ راست نہیں۔" لڑکی نے نرمی سے جواب دیا۔

"سمجھا نہیں۔"

"شہر میں ہماری فرم کے بڑے بڑے ڈیلرز ہیں۔ آپ ان سے حاصل کر سکتے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"اوہ، مجھے معلوم نہ تھا۔ بہر حال شکریہ۔" یہ کہہ کر وہ پیچھے ہٹ آیا اور پھر اسے باہر ہی نکل آنا پڑا، کیونکہ وہ اب تک اسے گھور رہی تھی۔ انسپکٹر شاہ کے باہر نکلتے ہی اس نے ماسٹر فون کا ایک لیور آن کر دیا۔

"ڈکسن ہیئر۔" ماسٹر فون سے جواب آیا۔

"سر، ایک آدمی ابھی آکسیجن چولھوں کے بارے میں پوچھنے آیا تھا، لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی کو تلاش کر رہا ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"اوہ، خیر، کسی کو باہر بھیج کر معلوم کرو کہ وہ چلا گیا یا باہر موجود ہے۔" ماسٹر فون سے آواز سنائی دی۔

"بہتر ہے۔" لڑکی نے کہا اور ساتھ ہی ایک چپراسی کو اشارے سے بلا کر کچھ ہدایت کرنے لگی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

جنابِ صدر

شوکت جب نگار کے ساتھ اس وسیع اور شاندار ہال میں داخل ہوا تو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے بہت سے خوش پوش آدمیوں کو دیکھ کر اسے وحشت سی ہونے لگی۔ وہ سب ہی مہذب اور اچھی سوسائٹی کے لوگ تھے۔ لباس سے بھی باحیثیت معلوم ہوتے تھے۔ ایک لمبی میز کے دونوں طرف کرسیوں کی قطاریں تھیں، جن پر وہ بیٹھے تھے۔ شوکت کو دیکھتے ہی وہ استقبال کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور شوکت بوکھلا گیا۔ وہ تعداد میں تیس سے زیادہ ہی تھے، صرف چار کرسیاں خالی تھیں، جو اس درمیانی مسندِ صدارت کے علاوہ تھیں اور ایک خوبرو نوجوان لڑکی بھی، جو اپنی سرخ و سفید رنگت سے کوئی غیر ملکی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے بال اور آنکھوں کی پتلیاں سیاہ ہی تھیں، ممکن ہے کوئی اینگلی رہی ہو۔

"سلاما لیکم۔" شوکت نے بوکھلاہٹ میں دونوں ہاتھ اٹھا کر انھیں سلام کیا۔

"گڈ نائٹ، گڈ نائٹ، سر۔" اسے کرسیوں کی طرف سے جواب میں آوازیں سنائی دیں۔

شوکت سے اور کچھ نہ بولتے بنا، وہ نگار کے ہمراہ چلتا ہوا میز کے قریب پہنچ گیا۔

"یہاں تشریف رکھیے۔" سر سالومن نے صدارتی کرسی کی طرف اشارہ کر کے شوکت سے کہا۔

"ارے نہیں، میں کہیں بھی بیٹھ جاؤں، اس میں سے کیا فرق پڑتا ہے۔" شوکت نے اپنی قابلیت کا اظہار کیا۔

"یہاں تکلف سے کام نہ چلے گا، آپ آج کے جلسے کے صدر ہیں۔" نگار نے خود اس کرسی کی طرف شوکت کی رہنمائی کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

Akram Allahabadi

"اے لو، تکلف مکلف کا ہے کا، وہ تو میں یونہی..." شوکت کچھ کہتے کہتے رہ گیا اور نگار نے اسے لے جا کر صدارت کی کرسی پر بٹھا دیا۔شوکت نے گھوم کر دیکھا، مجمع قطعی سنجیدہ اور مہذب تھا۔ حالانکہ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ لوگ اتنی سنجیدگی سے اس کی صدارت قبول فرمائیں گے۔

"میں آپ کا تعارف کراؤں۔" سر سالومن نے اپنی نشست سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ یہاں کے بڑے معزز آدمی اور بڑی بے باک شخصیت ہیں، مسٹر شوکت میاں خان۔" سر سالومن نے شوکت کی طرف اشارہ کر کے حاضرین سے کہا۔

"اور جاگیردار بھی۔" شوکت خود ہی آہستہ سے بول پڑا۔

"ہمیں فخر ہے کہ آج یہ ہمارے جلسے کی صدارت کر رہے ہیں۔ اور خاص بات یہ ہے کہ شوکت صاحب ہمدردِ قوم ہوتے ہوئے ہماری پارٹی کے مقاصد سے اتفاق رکھتے ہیں۔ وہ اس حکومت کے پرزور مخالف ہیں جس نے عوام کی آزادی کا گلا گھونٹ رکھا ہے۔" سر سالومن کہتے رہے۔

"ارے نہیں۔" شوکت نے کہنے کے لیے اٹھنا چاہا، لیکن نگار نے پیچھے سے پھر اسے بٹھا دیا۔

"واوا، پانی کے جوجی میں آئے ٹھونکے جاؤ۔" شوکت بڑبڑایا۔

"شوکت صاحب ان لیڈروں میں سے ہیں جنہیں دنیا نہیں جانتی۔ یہ بڑے پر جوش ہیں۔" سر سالومن نے مزید تعریف کی۔

"آپ کی تعریف ہی ہو رہی ہے۔" نگار نے جھک کر آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔

"بھوت ہوئی، جیل میں ڈلوانا ہے کیا؟" شوکت نے منہ بنا کر جواب دیا۔

"جاہیے، مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اتنے ڈرپوک آدمی ہیں۔ میں نے تو آپ کو بہادر اور بے باک سمجھ کر آپ سے محبت کی تھی۔" نگار نے روٹھنے والے لہجے میں دبی زبان سے کہا۔

"موجت۔" شوکت چونکا۔ اور پھر اسے اچانک ایسا جوش آ گیا کہ اگر سکندر اعظم بھی اس کے سامنے آ جاتا تو وہ اسے للکار دیتا۔ "نہیں نہیں، کون سالا ڈرپوک ہے؟ ایسی تیسی سالی حکومت وکومت کی۔" شوکت نے نگار کو پیار زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے جوشیلا سا جوب دیا۔

"اب آپ مرد معلوم ہو رہے ہیں۔" نگار نے گویا اسے شاباشی دی۔

بہر حال کچھ رسمی کاروائیوں کے بعد شوکت کو اپنی صدارتی تقریر کے لیے اٹھنا پڑا۔ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ ایک ایسے جلسے میں شرکت کر رہا تھا، جہاں اسے صدر بننا پڑا ہو۔ ویسے تقریر کرنا تو دور، اسے تقریر سننے کی تمیز نہ تھی۔ ابھی وہ کچھ کہنے جا ہی رہا تھا کہ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ چونک پڑے۔ اب کی بار ہال میں داخل ہونے والی وہی لڑکی تھی، جس کا تعاقب انسپکٹر شاہ نے کیا تھا، مگر اس کے ساتھ ایک چھتری داڑھی اور لٹکی ہوئی مونچھوں والا ادھیڑ عمر کا آدمی اور بھی تھا، جو ہندوستان کا معلوم ہوتا تھا۔ وہ لوگ شاید اسے پہچانتے نہ تھے، اس لیے حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ البتہ اس ہندوستانی آدمی کی نگاہیں بھی موجود لوگوں کا جائزہ لیتی ہوئی لڑکی پر آ کر رک گئیں، جو چینی معلوم ہوتی تھی۔ دور سے اس نے ایک سیکنڈ اسے غور سے دیکھا اور پھر اپنے ساتھ والی لڑکی سے مخاطب ہو گیا۔

"کیا یہی ہیں وہ لوگ؟"

"جی ہاں، جی ہاں۔ تشریف رکھیے۔" لڑکی نے اسے ایک کرسی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ پھر وہ خود ہی یہاں موجود لوگوں سے مخاطب ہو گئی۔

"آپ لوگ اگر ہمارے معزز مہمان کی شکل سے پوری طرح واقف نہ ہوں تو نام سے ضرور ہی واقف ہوں گے۔" اس نے کہنا شروع کیا۔

"اللہ نہیں کرائیو واقف ماقف اس جھڑوس سے۔" شوکت بڑبڑایا۔ اس نے نئے مہمان کے آنے کی وجہ سے اپنی اہمیت کچھ کم ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

"آپ ہیں آنریبل شری وشوا ناتھن، یہاں کے مشہور سیاستدانوں میں سے ایک

ہیں۔" لڑکی نے مہمان کا تعارف کرایا۔

"شری وشواناتھن!" کئی چونکی ہوئی آوازیں نکلیں اور لوگ نئے مہمان کو اور غور سے دیکھنے لگے۔

"آپ لوگ اس طرح کیا دیکھ رہے ہیں، کیا میں چڑیا گھر کا جانور ہوں؟" شری وشواناتھن نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"اوہ! نہیں، ہم حیرت میں تھے کہ اتنا بڑا سیاستداں آج ہماری میٹنگ میں کیسے آ گیا۔" سر سالومن نے کھڑے ہوتے ہوئے شری وشواناتھن کا استقبال کیا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں ہر مکتبِ خیال کے لوگوں سے ملتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ کسی کسی وقت مجھ پر پاگل پن کا دورہ پڑ جاتا ہے، مگر نہیں جانتا کہ وہ سچ کہتے ہوں گے۔ میں تو خود کو قطعی صحیح الدماغ سمجھتا ہوں۔" شری وشواناتھن نے کہا۔

"آپ کے دشمن آپ کو بدنام کرتے ہوں گے۔ ہمارے لیے تو زہے نصیب ہے کہ آپ کے قدم یہاں آئے۔"

"شکریہ شکریہ۔" شری وشواناتھن ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بتائی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئے۔ شوکت سے دور سے ہی ان کا تعارف کرا دیا گیا، لیکن اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے شری وشواناتھن کے آ جانے کے بعد لوگ شوکت کے لیے کرسی صدارت کو غیر موزوں سمجھ رہے ہوں۔ مگر اسے تو بہر حال اب صدارتی تقریر کرنی ہی تھی۔ اور لوگ مجبور تھے کہ اسے برداشت کریں۔ شوکت نے اپنی تقریر شروع کر دی۔

"جنابِ صدر اور حاضرینِ جلسہ۔" وہ حاضرین کے ساتھ ہی خود کو بھی مخاطب کر گیا۔ چند لوگوں کے ہنس پڑنے پر اسے اس غلطی کا احساس ہوا اور وہ جھینپنے سا لگا۔

"جی کہہ رہا تھا، حاضرینِ جلسہ وہ حاضرین صدر... یانی کہ..." اس نے بوکھلاہٹ میں تقریر روک کر گلا صاف کیا۔

Akram Allahabadi

''مجھے ... مجھے بڑا طرۂ ناز ہے کہ آپ نے مجھے آج کا صدر بنایا۔یانی کہ میں کس قابل ہوں۔جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ چ پڑی چ پڑی کا شوربہ۔''اور اسے آگے بولنے کا موقع ہی نہیں ملا۔کیونکہ بہت سے لوگ سر جھکا کے منہ دبا کر ہنسی روکتے نظر آرہے تھے۔شوکت نے ایسے موقعوں کے لیے سن رکھا تھا کہ لوگ ہلڑ بھی کریں،تو تقریر بہر صورت جاری رکھنا چاہیے،ورنہ آدمی پورا گدھا سمجھا جاتا ہے۔اسی لیے اس نے اپنی تقریر جاری رکھی۔

''یانی کہ آپ نے مجھے یاں بلایا،اس کا بھوت بھوت شکریہ اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ،یانی کہ آپ نے مجھے... یانی کہ مجھے نالائق کو... میرا مطلب ہے کہ میں اس قابل کاں تھا کہ صدر مدر بنوں،مگر آپ نے بنایا۔اور یانی کہ میں کے رہا تھا... کیں کے رہا تھا... میں کے رہا تھا کہ سالی اپنی گورنمنٹ کی ایسی کی تیسی...''اور اس کی آواز نشستوں سے گونجنے والے قہقہوں میں دب گئی،لیکن اس نے جوانمردی سے اپنی تقریر جاری رکھی۔''میں کہتا ہوں کہ اس کا تختہ الٹنا چاہیے،اس کا بیڑہ گرک کرنا چاہیے۔غریب لوگ بھوکے مر رہے ہیں۔امیر لوگ پانی بھر رہے ہیں اور یہ سالے آرام کر رہے ہیں۔''

''ہیر ہیر۔''سر سالومن کی آواز تالیوں کے ساتھ سنائی دی اور شوکت کو اور جوش آ گیا۔

''میں کہتا ہوں یہ کاہے کی آزادی ہے،جھینگے کی۔یانی کہ کھاؤ تو ٹیکس،پیو تو ٹیکس،کماؤ تو ٹیکس،اٹھو تو ٹیکس،بیٹھو تو ٹیکس اور مرو تو ٹیکس اور ان سے بڑا،یانی کہ انکم ٹیکس۔''

''گڈ۔''نگار نے تعریف کی اور پھر تالیاں بج اٹھیں،جن سے شوکت کا جوش اور بڑھ گیا۔

''آپ مانیں تو مانیں اور نہیں مانیں تو مت مانیں،مگر میں سچ کہتا ہوں ان سالوں نے مجھ سے پانچ سال میں دس لاکھ روپے انکم ٹیکس کے وصول کر لیے ہیں۔اب آپ ہی خدا لگتی بولیے،کیا یہ آزادی مازادی اسی کو کہتے ہیں۔ایسی ہی ہوتی ہے شیوراج کی شکل۔''

''ہرگز نہیں۔''کسی نشست سے آواز آئی۔

"ہاں۔آپ نے سچ بولا ہے۔اللہ آپ کو نیکی دے۔"شوکت کو خوش ہو گیا۔

"یہ کون گدھا ہے؟" اچانک شری وشوا ناتھن منہ بنا کر بول اٹھے۔

"کون...؟" شوکت بری طرح چونکا۔"میاں خان، تم خود، زبان سنبھالو ذرا نہیں تو ساری شیوا ناتھن ناک سے نکال دونگا۔" شوکت کو غصہ آ گیا۔

"ایڈیٹ۔" شری وشوا ناتھن نفرت سے اسے دیکھتے ہوئے جھڑکا۔

"ڈیوٹ تم خد۔تمہارے سب اگلے پچھلے۔" شوکت کی آنکھیں جوشِ غضب سے باہر نکل آئیں۔

"پلیز، شری وشوا ناتھن۔" سر سالومن نے انھیں سمجھانے کی کوشش کی، لیکن شاید شری وشوا ناتھن پر پاگل پن کا دورہ پڑنے لگا تھا۔وہ اور بگڑ گئے۔

"نانسنس، میں اس گدھے کی دم میں پٹاخے باندھ کر اس پر سواری کرونگا۔" وہ گرج کو بولے۔

دوسرے یا تو مداخلت کرنا نہیں چاہتے تھے، یا پھر انھیں لطف آ رہا تھا۔وہ دور ہی پلیز پلیز کرتے رہے۔

"میں دولتی نہیں جھاڑ دونگا۔" شوکت نے اپنی دانست میں بڑا معقول جواب دیا۔

"میں تمھیں ریچھ بن کر نوچ ڈالونگا...خوں...خخ..."

"میں بھیڑیا بن کر چیر ڈالوں گا...غرررر...غرررر..."

"ناممکن، تم میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔میں شری وشوا ناتھن ہوں۔"

"تم میری انگلی بھی ٹیڑھی نہیں کر سکتے۔میں شوکت میاں خاں جاگیردار ہوں۔"

"ارے، یہ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ شریف لوگ مہذب لوگ۔" سر سالومن نے چیخ کر کہا۔

"جاؤ ہو گیا ہے جو ہو گیا ہے، تم مت بولو بیچ میں۔" شوکت نے انھیں ڈانٹا۔

Akram Allahabadi

''معلوم ہوتا ہے اس بے وقوف نے سیوکس (civics) نہیں پڑھی ہے۔'' شری وشواناتھن نے کسی بوڑھے پرنسپل کی طرح موڈ بنا کر تبصرہ کیا۔

''سیوک ویوک تم خد ہو گے، مسٹر شری ناتھن۔ میرے پاس سیکڑوں نوکر ہیں۔'' شوکت نے انھیں گھونسا دکھا کر کہا۔

''چیلنج، او گاڈ۔ یہ چوہے کی دم آنریبل شری وشواناتھن کو چیلنج کر رہا ہے۔'' شری وشواناتھن دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخے۔

''تم بلی کی دم، آنریبل، شاٹ اپ۔'' شوکت آپے سے باہر ہوتے ہوئے بولا۔

''یو فول، ڈیسمل (اعشاریہ)، زیرو زیرو۔ سفید مرغوں کے راج میں ککڑوں بولتے ہوئے تمھیں شرم نہیں آتی؟'' شری وشواناتھن اسے غیرت دلاتے ہوئے بولے۔

''کون بولا ککڑوں کو، کاہے کی شرم۔'' شوکت نے پلیں جھپکا کر پوچھا۔

''شری وشواناتھن، ہماری پارٹی اس مرغا راج کو ختم کرنے کے لیے ہی کام کر رہی ہے۔'' سر سالومن نے درمیان میں لقمہ دیا۔

''جی ہاں، اور شوکت صاحب آپ سے زیادہ اس میں ہماری مدد کر رہے ہیں۔'' نگار بولی۔

''ناممکن۔ میں ایسا ایسا ایک ہزار گدھے خرید کر اپنے اصطبل میں بندھوا سکتا ہوں۔''

''ابے او جناب تیس مار خان۔'' شوکت کو پھر جوش آ گیا۔ ''تم جیسے تو میرے بنگلے کی دربانی کرتے ہیں۔''

''ہشت۔ تم کیا جانو مجھے، الو۔'' شری وشواناتھن نے بغیر برا مانے سر کو جھٹکا۔

''شوکت صاحب پارٹی کو ایک لاکھ کا چندہ دے رہے ہیں۔'' سر سالومن نے شری وشواناتھن کو تاؤ میں چڑھایا۔

''کون...؟'' شوکت نے منہ کھول کر پوچھنا چاہا، لیکن پیچھے سے نگار نے پن

چھبو دیا۔

"ہاں کہیے، ہاں۔ یہ آپ کے وقار کا معاملہ ہے۔"

"تو میں دو لاکھ دونگا۔" شری وشواناتھن نے پر جوش لہجے میں کہا۔

"ڈھائی لاکھ۔" شوکت نے نیلام کی طرح بولی بولی۔ اسے نگار کی قربت سے اور جوش آ گیا تھا۔

"پونے تین لاکھ۔" شری وشواناتھن نے کہا۔

"تین لاکھ۔" شوکت نگار کے شہ دینے پر بولا۔

"ساڑھے تین لاکھ۔" شری وشواناتھن نے فخر سے سینہ تان کر کہا۔

"ساڑھے تین لاکھ پانچ روپے۔" شوکت کو رقم بڑھاتے ہوئے اچانک کفایت شعاری یاد آ گئی۔ اور لوگ اس پانچ روپے پر ہنس پڑے۔

"چھ روپے۔"

"سات روپے۔"

"آٹھ روپے۔"

"نو روپے۔"

"دس روپے۔" یہ کہتے ہوئے شری وشواناتھن نے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر میز پر رکھ دیا۔ اور لاکھوں سے اچانک دہائی کے ہندسے میں داخل ہو جانے والی بولی پر لوگ چونک پڑے۔ خبطی قسم کے بڑے آدمی، جو ان کی امید کے مطابق ذرا سی بات پر لاکھوں لٹا سکتے تھے، لیکن شاید غصہ و جوش میں وہ لاکھوں کا تذکرہ ہی بھول گئے۔

"لو گیارہ۔" شوکت نے بھی گیارہ روپے نکال کر میز پر رکھ دیے۔

"کیا مذاق کر رہے ہیں آپ لوگ؟" مسٹر سالومن کو غصہ آ گیا۔

"کاہے کا مذاق وزاق، یہ نہلے پہ دہلا ہے۔"

Akram Allahabadi

’’میں واک آوٹ کررہا ہوں، یہاں میری بے عزتی ہوئی ہے۔‘‘ شری وشواناتھن نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

’’اے جاؤ جاؤ۔‘‘ شوکت نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔

’’سنیے تو، شری وشواناتھن۔‘‘ شری وشواناتھن کو ساتھ لانے والی لڑکی نے انھیں روکنے کی کوشش کی۔

’’آئی ایم ساری، بے بی۔ تمھیں ملنا ہے تو میرے بنگلے پر آؤ۔‘‘ یہ کہتے ہوئے وہ کسی کی سنے بغیر تیزی سے باہر نکل گئے۔

’’آپ نے اچھا نہیں کیا، شوکت صاحب۔ وہ پارٹی کے لیے بہت مفید ثابت ہوتے۔‘‘ سرسالومن شکایتی لہجے میں بولے۔

’’تیل لینے گئی تمہاری پارٹی مارٹی۔ میں بھی واک آوٹ۔‘‘ شوکت بھی دروازے کی طرف بڑھنے لگا، لیکن نگار نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

’’پلیز، ڈیئر۔‘‘

’’میں پھر آؤنگا، اس وقت میرا دماغ قابو میں نہیں ہے۔‘‘ شوکت نے سر پکڑ کر کہا اور باہر کی طرف جانے لگا۔ نگار اس کے پیچھے ہی لگ گئی۔

’’کیا حماقت ہے آخر؟‘‘ نگار باہر آتے ہی اس سے پوچھنے لگی۔

’’کاہے کی حماقت؟‘‘

’’آپ میٹنگ سے کیوں اٹھ آئے، معلوم نہیں کہ آپ اس کے صدر تھے؟‘‘

’’گولی مارو صدر مدر کو، میرا دماغ ٹھیک نہیں ہے۔‘‘

’’آپ نے میری بے عزتی کرادی۔‘‘

’’کیوں؟‘‘

’’اتنی بڑی شخصیت اور پارٹی فنڈ میں گیارہ روپے چندہ۔‘‘

Akram Allahabadi

"تو اس سالے نے کاہے کو دس روپے رکھے تھے؟"

"ان پر پاگل پن کا دورہ پڑتا ہے۔"

"ہونہہ، بنتا ہوگا۔ اچھا خاصا ہٹا کٹا الو کا پٹھا تھا۔"

"نہیں۔ واقعی وہ ایسے ہی ہیں، ورنہ آپ سے جھگڑا کیوں کرتے؟"

"دیکھنا سالے کو ببول کے پیڑ پر نہ چڑھوا دیا تو شوکت نام نہیں۔"

"تو کیا پارٹی کا ساتھ نہیں دو گے؟"

"کاہے کو نہیں؟ اے لو، جدھر تم ادھر ہم۔"

"سچ؟"

"قسم۔"

"اچھا تو جایئے میں وہیں آ کر ملوں گی۔"

"کہاں؟"

"آپ کے دفتر میں۔"

شوکت نے ہاتھ دبا کر اسے رخصت کر دیا اور وہ جلدی سے اپنی کار میں بیٹھ گیا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں اس وقت؟" نگار نے پوچھا۔

"جوشِ انتقام میں، یائی کہ میں سالے سے ضرور نپٹوں گا۔"

"جانے بھی دیجیے گا، وہ پاگل ہیں۔"

"اچھا سوچوں گا۔" شوکت نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت اس پر جاگیردارانہ جوش سوار تھا، وہ شری وشوا ناتھن سے جھگڑ پڑنا چاہتا تھا، لیکن شری وشوا ناتھن کی کار جا چکی تھی۔ اور اسے کہیں راستے میں بھی ایسی کوئی کار نہیں ملی، جس میں وہ بیٹھے ہوئے مل جاتے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

اندھیرا

ان دونوں کے جاتے ہی میٹنگ میں اچھی خاصی چیاؤں چیاؤں شروع ہوگئی۔کوئی اس خبطی قسم کے مہمانوں کی آمد پر گرم نظر آرہا تھا، کوئی تگاراو راس لڑکی کو مورد الزام قرار دے رہا تھا، لیکن شر سالومن کی گرجتی آواز نے ان سب کو خاموش کر دیا۔

"شری وشوا ناتھن کی شمولیت سے ہماری پارٹی کی پوزیشن کافی مضبوط ہو جائے گی۔ ہم اسے زیادہ سے زیادہ قومی حیثیت دینا چاہتے ہیں۔"

"لیکن کیا وہ پاگل آدمی نہیں ہے؟"

"ان پر پاگل پن کے دورے ہمیشہ نہیں پڑا کرتے اور وہ یہاں بھی صحیح الدماغی کیفیت میں آئے تھے۔" اس لڑکی نے وکالت کی۔

"لیکن اس کا مقصد کیا ہے آخر؟" ایک آدمی نے سوال کیا۔

"یہ پوچھنے کا ہمیں حق نہیں ہے۔ ٹرڈراز آرڈر۔"

"کس کا آرڈر ہے؟" ایک جوشیلے قسم کے نوجوان نے سوال کیا۔

"ہائی کمان کا۔"

"کہاں ہے ہماری کمان؟ ہم جاننا چاہتے ہیں۔ ہم کسی انجانی طاقت کے اشارے پر کب تک ناچتے رہیں گے؟" وہی آدمی میز پر گھونسا مار کر بولا۔ لیکن اس سے پہلے کہ کوئی اس کی تائید یا مخالفت کرے، اچانک کمرے کی چھت میں لگا ہوا سیلنگ فین جھک کر نیچے آگیا۔ بعض یہ سمجھ کر چونک پڑے کہ شاید وہ گرنے والا ہے، لیکن اس کے درمیانی حصے میں لگی ہوئی جالی سے جب ایک انسانی آواز نکلتی سنائی دی تو پورے ہال میں سناٹا چھا گیا۔

"تمہارا ناچ تو ابھی شروع ہی نہیں ہوا ہے۔" ایک بھاری آواز اس جالی سے نکل کر

گونج رہی تھی۔ "تم ناچو گے اور نہیں ناچو گے تو تمہاری روح ناچے گی۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی بہت سوں کے تو چہرے زرد ہو گئے، لیکن شاید وہ جوان آدمی بغاوت پر آمادہ تھا، وہ خوفزدہ نہیں ہوا۔

"اگر تمہارا رویہ یہی ہے تو میری پارٹی تمہارا ساتھ نہیں دے گی۔"

"بہت خوب۔ بلیک جیک ایسے غداروں کو مناسب انعام دیتا ہے۔"

یہ آواز سنائی ہی دے رہی تھی کی اچانک ایک جھٹکے کے ساتھ ہال کی شرقی سمت کا ایک بند دروازہ کھلا اور سب کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں۔ دروازے کے دوسری طرف مکمل تاریکی تھی، صرف ہال کی روشنی ہی دروازے تک پہنچ رہی تھی۔ اور پھر اس میں سے ایک چمکتی ہوئی شے کو نکلتا دیکھ کر ان پر ایک عجیب سی وحشت مسلط ہو گئی۔ یہ ایک گول، مگر نوکدار کنگاروں والی کاغذ کی طرح پتلی سی چکر نما کوئی چمکیلی شے تھی، جو دروازے کے پیچھے کی تاریکی سے 'زوں' کی آواز کے ساتھ تیر جیسی تیزی سے نکل کر سیدھی اس جوان آدمی کی طرف جاتی نظر پڑی۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں ہوا اور اس کے بعد وہ صرف یہ دیکھ سکے کہ وہ آدمی پھٹی آنکھوں کے ساتھ گم سم کھڑا ہے، لیکن جب اس کے قریب کھڑے ہوئے آدمی نے اس کا بازو پکڑ کر ہلایا تو ان کی چیخیں نکل گئیں، کیونکہ اس کی گردن اس کے شانوں پر کٹی ہوئی رکھی تھی، جو فوراً ہی گر پڑی۔ وہ اس طرح کٹی تھی، جس طرح نرم لکڑی کاٹ دی جائے اور ساتھ ہی اس کا دھڑ پیچھے کی طرف لڑھک گیا۔ اور لاش کو دیکھ کر موجود لوگوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ لیکن جب انھوں نے اس خونی چکر پر نظر ڈالی جو پچھلی دیوار سے ٹکرا کر گر پڑا تھا تو ان میں سے بہت سوں کو خوف سے جھرجھری سی آ گئی۔

"میرے کسی بھی حکم سے انحراف کی سزا یہی ہو گی۔" جالی سے پھر آواز سنائی دی۔

"اب آپ لوگ جا سکتے ہیں۔"

اس حکم کے سنتے ہی جیسے وہاں موجود لوگوں کی جان میں جان آ گئی۔ پہلے وہ اس نامعلوم طاقت کے سامنے ادب سے جھکے اور پھر آہستہ آہستہ سامنے دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔

Akram Allahabadi

"جو جہاں ہے وہیں رک جائے۔" اچانک ایک انجانی آواز نے انھیں چونکا دیا اور ساتھ ہی داخلی دروازے سے دونوں ہاتھوں میں ریوالور لیے سپرنٹنڈنٹ خان اندر داخل ہو گیا۔ ان کے ہاتھ آپ سے آپ اوپر اٹھ گئے۔

"پولیس نے چاروں طرف سے عمارت کو گھیر رکھا ہے۔فرار کی کوئی بھی کوشش بے سود ہوگی۔" خان نے بھاری آواز میں کہا، لیکن اسی وقت جالی سے سنائی دینے والی ایک بھیانک قہقہے کی آواز نے ایک شور برپا کر دیا۔

"تمہاری پولیس یہاں تک نہیں پہنچ سکے گی، بیوقوف۔" قہقہے کے بعد جالی سے آواز آئی۔

"یہ بچوں جیسی حماقتیں تمھیں زیادہ محفوظ نہیں رکھ سکتیں، بلیک جیک۔" خان نے سامنے موجود لوگوں کو ریوالور کے نشانے میں رکھتے ہوئے کہا۔ ٹھیک اسی وقت انسپکٹر ڈیسوزا آ پہنچا۔

"انھیں نشانے پر رکھیے، تاوقتیکہ پولیس اندر نہ پہنچ جائے۔" اور خود اپنا ریوالور جیب میں ڈالتے ہوئے وہ اس لاش کی طرف بڑھنے لگا۔

اس نے قریب جا کر دیکھا۔ اب اس کی کٹی ہوئی گردن سے خون رسنا شروع ہو گیا تھا۔ اور اس کا سر علاحدہ پڑا ہوا تھا۔ خان نے جیب سے رومال نکال کر چٹکی سے پکڑ کر اٹھا لیا، لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اس کے ہاتھ میں آنے سے قبل ہی وہ چکر نرم پڑ چکا تھا۔ اس کی گرفت میں آ کر وہ اسے گلتا ہوا معلوم ہونے لگا۔ اس نے اسے میز پر رکھ دیا، لیکن وہ گلتا ہی گیا اور پھر سفید چمکیلی دھات میں تبدیل ہو کر بہنے لگا، لیکن ابھی وہ سیدھا کھڑا ہی ہو رہا تھا کہ اچانک ہال میں گہری تاریکی چھا گئی۔ یا تو برقی کنکشن کہیں سے کاٹ دیا گیا تھا، یا سوئچ آف کر دیا گیا ہو۔

"خبردار جو کسی نے حرکت کی۔ اندھیرے میں بھی میرا نشانہ خطا نہیں ہوتا۔" خان کو ڈیسوزا کی آواز سنائی دی، لیکن اسی وقت اچانک خان کو میز کے الٹنے کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنا ریوالور نکال چکا تھا، لیکن تاریکی اس قدر تھی کہ نشانے کا اندازہ مشکل ہی تھا اور یہ ایک اتفاق ہی تھا

Akram Allahabadi

کہ اس وقت اس کی ٹارچ کار میں رہ گئی تھی۔ اندھیرے میں خان کے قدم کسی انسانی لاش سے ٹکرا گئے۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ سنبھلے، کوئی وزنی سی چیز اس کے سر پر پڑی اور وہ تیورا کر گر پڑا۔

خان کو جس وقت ہوش آیا تو وہ ایک آرام کرسی پر پڑا تھا۔ اور انسپکٹر شاہ اس کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ خان نے درد کرتے ہوئے سر کو ٹٹول کر دیکھا اور پشت کی طرف سر میں ایک گومڑا ابھر آیا تھا اور سر کے اسی حصے میں اسے درد محسوس ہو رہا تھا، جو بہر حال شدید نہ تھا۔ یہ اس وجہ سے کہ اس پر کوئی دوا لگائی جا چکی تھی۔ "وہ لوگ بچ کر نکل گئے؟" خان نے شاہ سے پوچھا۔

"کون لوگ، سر؟" شاہ نے پوچھا۔

"اوہ تو کیا تمہیں وہاں کوئی نہیں ملا؟"

"نہیں تو۔ ہم لوگ جب اندر پہنچے تو ایک ہال میں صرف آپ اور ڈیسوزا صاحب دو کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ شاید میز پر سر رکھ کر سو گئے تھے۔" انسپکٹر شاہ نے کہا۔ "آپ کے سر کی یہ چوٹ تو اتفاق سے نظر آ گئی تھی۔"

"کیا اور کچھ بھی نہیں ملا وہاں؟"

"جی نہیں۔ صرف ایک بڑی میز اور تیس چالیس کرسیاں۔"

"آپ لوگ کس وقت اس ہال میں داخل ہوئے تھے؟"

"ڈیسوزا صاحب کے اندر جانے کے تقریباً پندرہ منٹ بعد۔ کیونکہ ان کے واپس نہ آنے پر مجھے تشویش ہوئی تھی۔"

"کیا اس عمارت سے کوئی باہر نکلتا ہوا بھی نہیں پایا گیا؟"

"بالکل نہیں۔ بلکہ آپ لوگوں کو بیہوش پانے کے بعد ہم نے اس کے تمام کمروں کی تلاشی بھی لی تھی۔ ان میں دفتری سامان کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔"

"یہ کیسے ممکن ہے، اس مقام پر اس وقت تیس سے زیادہ آدمی تھے۔"

"تیس؟ تو پھر کہاں غائب ہو گئے۔"

"میں خود اس کا معائنہ کرونگا۔" یہ کہہ کر خان اٹھ کھڑا ہوا۔

"چوٹ زیادہ تو نہیں؟ میں نے سوچا نہ جانے آپ اس وقت ڈاکٹر کا بلایا جانا پسند کریں یا نہ کریں، اس لیے خود ہی پلاسٹر لگا دیا تھا۔"

"ٹھیک ہی کیا۔ ویسے صرف خفیف سا درد ہے جو بالعموم ایسی ضرب لگ جانے سے ہوا کرتا ہے۔"

"کیا وہ لڑکی اور اس کا ساتھی بھی وہاں موجود تھے؟"

"ہاں۔ لیکن اگر آپ کے بیان کے مطابق وہاں کسی قسم کے مشتبہ حالات نہیں پائے گئے تو قانونی طور پر ہم ان میں سے کسی پر بھی ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ یہ ایک سیاسی جماعت کا سوال ہے جو سردست انڈر گراؤنڈ ضرور ہے، لیکن غیر قانونی نہیں ہے۔ اور ایسے معاملات میں بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے پولیس ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی۔"

"اگر اجازت ہو تو میں اس لڑکی کے متعلق دریافت کروں؟"

"کوئی خاص بات نہیں۔ وہ ایک غیر ملکی سفارتخانے میں اسٹینو کا کام کرتی ہے۔"

"اور اس کا ساتھی مرد؟"

"وہ ایک غیر ملکی فرم کا ایجنٹ ہے۔"

"وہ آکسیجن والی فرم تو نہیں؟"

"ہاں، وہی۔"

"ان معاملات کا سر پیر ہی نظر نہیں آ رہا ہے کچھ۔" شاہ نے مؤدب لہجے میں تبصرہ کیا۔ جس پر خان مسکرا دیا۔

"بعض بڑے الجھے ہوئے اس سے بھی زیادہ بے سر پیر کے کیس نظر آتے ہیں۔"

"میں بتاؤں؟" بالے کی آواز نے انھیں چونکا دیا۔ وہ کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

"کہہ ڈالو تم بھی۔" خان نے مسکرا کر کہا۔

Akram Allahabadi

"آپ کی وہی مثال ہے کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔"

"اور تم کیا جھک مار کے آئے ہو؟"

"بس یہی شعر سنانے آیا تھا اس لیے خود میری کھوپڑی بھی کام نہیں کر رہی ہے۔"

"وہ لڑکی پھر تم سے ملنے آئی؟"

"کیسے آئے گی؟ آپ نے فوراً بعد جو بول دیا تھا۔"

"نہیں، وہ کسی نہ کسی وقت ضرور آئے گی۔"

"خدا کرے ضرور آئے۔ یہاں تو ہم خشک ہو گئے ہیں انتظار میں۔"

"لیکن یہ حلیہ بدل لیا تم نے؟"

"میں اب ویسا میک اپ خود کر سکتا ہوں۔"

"تمہاری حماقتیں مہنگی پڑ جاتی ہیں کبھی کبھی۔"

"آزما لیجیے، غلط ہو تو ہر سزا تسلیم ہے۔"

"لیکن اس کی ضرورت کیا تھی؟"

"آپ کے زخمی ہونے کی خبر سن کر نہ رہا گیا۔"

"ٹیلی فون کر سکتے تھے۔"

"آنکھوں دیکھے بغیر مجھے تسکین نہ ہوتی۔"

"خیر، آج تمہیں ایک نئی ڈیوٹی کرنی ہے۔"

"یہ لیجیے سر منڈاتے ہی اولے پڑ گئے۔"

"تم اس لڑکی کی تلاش سے مایوس ہو کر مندر پہنچو گے۔ آج وہاں کالی پوجا ہے۔"

"اور جو مجھے ہی بھینٹ چڑھا دیا گیا؟"

"نہیں۔ تم تو ان کے لیے موٹی مرغی ہو۔"

"مرغا فرمایئے۔ آپ کو جنسی مغالطہ ہو رہا ہے۔"

Akram Allahabadi

"ایک ہی بات ہے۔"

"میں نے عہد کیا ہے کہ جب تک آپ مجھے یہ الٹا سیدھا چکر نہ سمجھائیں گے، میں احتجاجاً اونگھتا رہوں گا۔"

"چکر کچھ نہیں۔ اسمبلی کے انتخابات قریب آ رہے ہیں اور ایسے میں ایک خارجی طاقت ایک ایسے گروہ کو برسرِ اقتدار لانا چاہتی ہے جو اس کا تابع فرمان ہو۔"

"تو یہ تو سیدھی سی بات ہے۔ وہ علی الاعلان ان کی مدد کرتی ہے۔"

"نہیں ٹیڑھی سی بات ہے۔ ہماری حکومت کے قوانین غداری کے لیے بہت سخت ہیں۔ اور سیاسی مقصد کے لیے کسی بھی خارجی جماعت یا ملک سے کسی قسم کی مدد اور خصوصاً مالی امداد لینے کے لیے جیل کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔"

"تو پھر یہ موٹے مرغے کیوں پھانسے جا رہے ہیں؟"

"محض یہ دکھانے کے لیے کہ پارٹی اور اس کی جدوجہد کا تعلق مقامی اور قومی مفاد سے ہے اور اس کے لیے وہ بڑے بڑے صاحبِ حیثیت لوگوں سے امدادی فنڈ حاصل کر رہی ہے۔"

"اس طرح نہ تو اس پر کسی غیر قانونی حرکت کا الزام لگایا جا سکتا ہے نہ اسے معتوب کیا جا سکتا ہے، بلکہ ذرا سختی بھی ان لوگوں کو برسرِ اقتدار پارٹی کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرنے کے مواقع فراہم کرے گی کہ وہ مخالف جماعتوں کو طرح طرح کے غلط الزامات لگا کر کچل رہی ہے یا ان کی راہ میں روڑے اٹکا رہی ہے۔"

"تو چٹانیں اٹکا دی جائیں۔"

"پھر بکواس۔"

"اس پارٹی کا کچھ نام تو ہوگا ہی؟"

"یہ بھی جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔"

"سنا ہے لاش نہیں ملی؟"

Akram Allahabadi

"وہ چوٹ دے گئے۔ ان کا کوئی آدمی ضرور باہر کہیں چھپا ہوگا جس نے مین بورڈ سے روشنی آف کردی تھی، لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ نکل کیسے گئے۔ باہر تو پولیس نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔"

"جادو کے زور سے چوہے بن کر نکل گئے ہوں گے۔"

"خیر، دیکھ لوں گا انھیں بھی۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ ان کی سرگرمیوں سے پہلے سے واقف تھے؟"

"سر سالومن کی شخصیت ہی میرے لیے دل چسپی کا باعث بنی تھی۔"

"کوئی خاص واقعہ؟"

"ہاں، لیکن تم شاید نہیں سمجھ سکو گے، اس کے لیے سر سالومن کا ماضی کریدنا پڑے گا۔"

"بشرطِ فرصت۔"

"خیر، اب دفع ہو جاؤ، تمہارا یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔"

"مجھے ایک بات اور بتا دیجیے، چلا جاؤں گا۔"

"کیا؟"

"اس میٹنگ میں وہ لوگ آپ کو چوٹ دے گئے یا دانستہ آپ نے چوٹ کھائی؟"

"میں فرشتہ نہیں ہوں، مجھ سے بھی غلطیاں ہوسکتی ہیں۔" خان مسکرایا۔

"میں نہیں جانتا کہ دانستہ آپ نے انھیں نکل جانے کا موقع نہیں دیا۔"

"ہوگا، میں ابھی اس مسئلے پر کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا، تمہیں چلا جانا چاہیے۔"

"با لے رخصت ہوا، حاتم طائی کے دربار سے۔ اور پڑھتا شعر کہ در و دیوار پر کثرت سے نقل کرتے ہیں۔"

"تم جاؤ گے نہیں؟"

"ٹاٹا..."

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

فائرنگ اور ہنگامہ

آج کالی مندر کے میدان میں تل دھرنے کو جگہ نہیں ہے۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آدھا شہر امنڈ آیا ہے۔نہ جانے کس طرح یہ خبر سارے شہر میں پھیل چکی تھی کہ ماتا کالی آج پھر پرگٹ ہونے والی ہے۔اور اسی کے ساتھ یہ افواہیں بھی گرم تھیں کہ پچھلی پوجا میں جن دو آدمیوں سے دیوی ماتا کا اپمان کیا تھا ان کے سر کٹے ہوئے پائے گئے تھے۔پولیس کافی کوشش کے باوجود مقتولین کے قتل کے اسباب اور قاتلوں کا کوئی سراغ نہیں لگا سکی تھی۔اس سے ان افواہوں کو اور تقویت مل گئی تھی اور آج یہ عالم تھا کہ دور دور سے اس عجیب واقعے کو سن کر عقیدت مندوں کے جتھے کے جتھے پوجا میں شرکت کے لیے آئے تھے۔

ان کی مورتی کو عقیدت مندوں نے پھولوں سے لاد کر گیرو سے سرخ کر دیا تھا۔لوگ بیقراری سے مہا پجاری کی آمد کے منتظر تھے۔پوجا کا وقت قریب ہو رہا تھا اور وہ ابھی تک مندر ہی کی عقبی عمارت والی اپنی قیام گاہ سے برآمد نہیں ہوا تھا۔پھر اچانک مردنگ اور گھنٹے بجنے لگے اور سنکھوں کے شور نے میدان کو سر پر اٹھا لیا۔یہ غالباً مہا پجاری کی آمد اور پوجا کے شروع ہونے کا اعلان تھا۔دو منٹ بعد ہی انھیں مندر کی سیڑھیوں سے وہی لڑکی ہاتھ میں پھولوں کی تھالی لیے اترتی نظر آئی جو پچھلی پوجا میں فرطِ عقیدت سے کالی ماں کی داسی بن گئی تھی۔ایک سفید باریک سی ساڑھی میں وہ بہت خوبصورت نظر آ رہی تھی اور ہوا کی تیزی کے ساتھ جب ساڑھی کا کپڑا اڑ کر اس کے بدن سے چپک جاتا تو اس کے جسم کا سڈول پن اور بھری بھری پنڈلیوں کی سفید رنگت بہت سے عقیدت مندوں کے ایمان کا امتحان لینے لگتی۔

اس کے پیچھے مندر کے چار پجاری، جو مہا پجاری کے چیلے تھے، سیڑھیوں سے اترے اور ان سب سے پیچھے مہا پجارری نمودار ہوا۔اس کے نظر آتے ہی سارا میدان جے ماتا کے نعروں

سے گونج اٹھا۔مہا پجاری نے ایک سرسری نظر سے چاروں طرف دیکھا،اور پھر آہستہ آہستہ کالی کی مورتی کی طرف بڑھنے لگا۔وہ چاروں پجاری مورتی کے سامنے آ کر دو صفوں میں ہوتے ہوئے سر جھکا کر کھڑے ہوگئے اور سنکھ اور زور سے پھونکے جانے لگے، جن کے ساتھ ساتھ ٹن ٹن کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

مہا پجاری کے آتے ہی پوجا شروع ہوگئی اور جے کھانڈے والی، جے جے ماتا کالی کے نعروں سے سارا میدان گونج اٹھا۔مہا پجاری اس وقت بارعب اور شاہانہ شان سے چلتا ہوا ان کے درمیان سے گزر رہا تھا اور لوگ اسے دیکھ دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے ادب سے جھکتے جاتے تھے۔کالی کی مورتی کے پاس آ کر وہ ٹھہر گیا اور اس نے مورتی کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر بھاری کڑکتی آواز میں کہا۔" جے ماتا۔" اس کے ساتھ سب نے اس نعرے کو دہرایا اور پوجا شروع ہوگئی۔پہلے رقص کرتے ہوئے اس لڑکی نے ماتا کے قدموں میں پھول چڑھائے پھر اس کے گرد چاروں طرف چیلے کھانڈے لے لے کر اس کے سامنے وحشیانہ انداز سے رقص کرنے لگے۔سنکھ، مردنگ اور مجیروں کا شور اور جے کار کی آوازیں بڑھتی گئیں۔اور مہا پجاری دونوں ہاتھوں سے مٹھیاں بھر بھر کر مورتی کے دونوں طرف رکھے ہوئے پتھر کے بڑے بڑے پیالوں میں عود ڈالتا گیا، جس سے دھوئیں کے بھبکے اٹھ اٹھ کر مورتی پر چھانے لگے۔

"ماتا پرگٹ ہوگی، میرے بچو۔" اچانک وہ مجمع کی طرف گھوم کر پرمسرت لہجے میں بولا۔

"جے کالی ماتا۔" جوشیلے نعروں نے اس کا جواب دیا۔

"بھینٹ لاؤ... بھینٹ لاؤ۔" مہا پجاری کا ایک چیلا چیخا۔جس کے ساتھ ہی ایک بکری کا بچہ مندر کے اندر سے لے آیا گیا اور پھر مردنگ اور مجیروں کے شور میں کالی کی مورتی پر اس کی بھینٹ چڑھا دی گئی۔

اس کے بعد ہی دیوی کے قدموں پر نذرانے چڑھنے لگے۔لوگ طرح طرح کی

مرادیں لے کر آئے تھے اور کوئی چاندی چڑھا رہا تھا، کوئی میوے، کوئی زیور کوئی ناریل۔ ذرا سی دیر میں کالی کی مورتی کے پیر انواع واقسام کے نذرانوں سے چھپ گئے۔ مورتی کے سامنے کھڑے ہو کر مہا پجاری نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیے۔ اور مدھم آواز میں کچھ اشلوک پڑھنے لگا۔ مردنگ اور ناقوس کی آوازیں اور تیز ہو گئیں۔

اچانک عود کے پیالوں سے دھوئیں کے بادل اٹھ کر مورتی پر چھا گئے۔ پھر ایک بھیانک سی گونج سنائی دی اور مہا پجاری کے ساتھ ساتھ مجمع کی نظریں بھی مورتی کے اوپر آسمان کی تاریکی میں کچھ دیکھنے لگیں۔ ایک سیاہ سا سایہ زمین کی طرف آ رہا تھا۔

پھر فرطِ عقیدت سے وہ گلے پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگے۔ کالی ماں پرگٹ ہو رہی تھی۔ خون سے سرخ زبان اور سیاہ چہرے پر چمکتی ہوئی سفید دیدوں والی بڑی بڑی بھیانک آنکھوں کے ساتھ وہ اپنی مورتی سے زیادہ کالی نظر آ رہی تھی۔ زمین پر اس کے قدم رکھتے ہی اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ پجاری اس کے سامنے جھک گیا۔ اور مجمع میں بہت سے عقیدت مند تو سجدے میں گر کر گڑ گڑانے لگے۔ وہ زیر لب اپنی اپنی مرادیں مانگ رہے تھے، مگر جب پچھلی پوجا میں آئے ہوئے لوگوں کی نظریں ماتا کالی کے ہاتھوں پر، جو دو کٹے ہوئے سر بالوں سے لٹکے تھے، وہ ان ہی دو آدمیوں کے معلوم ہو رہے تھے، جنہوں نے پچھلی بار پوجا میں ماتا کالی کا اپمان کیا تھا۔ پجاری کالی کے سامنے جھکا ہوا تھا اور جے جے کار کے نعروں سے فضا لرز رہی تھی۔ لیکن ٹھیک اسی وقت کہیں سے ایک فائر ہوا اور سارا مجمع چونک پڑا۔ گولی کے میدان کے باہر کسی مشرقی سمت سے ہی چلی تھی اور وہ یقیناً کالی کے جسم پر چلائی گئی تھی، مگر اس پر تو کچھ اثر نہ ہوا۔

''کون ہے یہ اندھا پاپی؟'' مہا پجاری گرجا۔

اور سارا مجمع اسی طرف گھوم پڑا۔ اس طرف کچھ قدِ آدم خودرو جھاڑیاں تھیں اور لوگوں نے اسی کو گھیر لیا تھا، لیکن تاریکی کی وجہ سے وہ جھاڑیوں کے اندر نہیں دیکھ پا رہے تھے۔ ٹھیک اسی وقت ان جھاڑیوں میں سے ایک انسانی سایہ بڑی پھرتی سے نکلا اور اس طرح مجمع میں مدغم ہو گیا

کہ کسی کو اس کا احساس بھی نہ ہوا۔ اب وہ خود بھی بڑبڑا رہا تھا۔

"کہاں گیا سور؟ کہاں گیا کمبخت؟ کون دشٹ تھا؟"

"شما کرو، ماتا۔ کسی ادھری سے بھول ہوئی ہوگی۔ کرودھ نہ کرو، ماں۔" مہا پجاری کالی کے سامنے گڑگڑانے لگا، لیکن کالی کی آنکھوں سے اب بھی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

"میرے بھگتو کو جو ستائے گا، میں اس کا سروناش کردونگی۔" کالی کے منہ سے کڑکتی ہوئی آواز نکلی۔

"جے ماتا۔" لوگوں نے دہرایا۔

"شانت ہو، ماں۔ شما کرو۔ یہ بھولے بھٹکے خود راستے پر آجائیں گے۔" مہا پجاری نے سفارش کی اور کالی کی آنکھوں سے نکلتی ہوئی چنگاریاں کم ہو گئیں۔

اسی وقت مجمع کو چیرتا ہوا ایک آدمی سامنے آپہنچا۔ وہ شری وشوا ناتھن تھا۔ اور اس وقت اس کا حلیہ عجیب تھا، جیسے وہ اپنے ہوش میں ہو کر بھی پریشان ہو۔

"جے ہو ماتا ... جے ہو کالی ماں۔" وہ دیوی سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تم سب کی منو کامنائیں پوری کرتی ہو۔"

لیکن مہا پجاری کے پیچھے کھڑی ہوئی لڑکی اسے چونکی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے، بچن؟" مہا پجاری نے اس سے نرمی سے پوچھا۔

"میں لٹ گیا، پجاری جی، میں تباہ ہو گیا۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"لڑکی۔"

"تمہاری لڑکی کھو گئی؟"

"ہائے، میں تو ابھی تک کنوارا ہوں، مہا پجاری۔ مجھے ... مجھے ایک لڑکی سے عشق ہو گیا ہے۔" وہ کسی قدر شرماتے ہوئے بولا۔ "مم... مگر وہ مجھے ہری جھنڈی دکھا کر کہیں غائب ہو گئی۔"

Akram Allahabadi

"ماتا تمہاری منو کامنا پوری کرے۔"

پجاری نے ہاتھ اٹھا کر کہا، لیکن پھر وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ کالی کی آنکھوں سے چنگاریاں تیز نکلنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے کالی کے ایک غیر متحرک ہاتھ کو حرکت ہوئی۔ وہ ذرا سا آگے جھکا اور اس کی انگلی میں پڑا ہوا ایک چکر بڑی تیزی سے گردش کرنے لگا۔ پھر اس کی انگلی ٹیڑھی ہوئی اور اچانک وہ تیر کی طرح سنسناتا ہوا انگلی سے نکل کر وشواناتھن کے سر پر آیا۔ شری وشواناتھن جے جے کالی کہتا ہوا زمین پر نہ جھک گیا ہوتا تو اس کا وہی حشر ہوتا جو اس کے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کا ہوا۔ وہ چیخ مار کر گرا اور مجمع میں بھگدڑ مچ گئی۔ وہ چکر اس کا بازو کاٹتا ہوا پیچھے جا گرا تھا۔

"میں اپنے بھگتوں کا ناش کر دوں گی۔" کالی کے منہ سے صرف یہ الفاظ نکلے اور چشمِ زدن میں وہ آسمان کے اندھیرے میں ڈوبتی چلی گئی۔

"تم... تم ضرور کوئی پاپی ہو۔ تم نے ماتا کو ناراض کر دیا ہے۔" مہا پجاری زخمی ہونے والے آدمی کو گھورتا ہوا آگے بڑھا۔ لیکن اسی وقت مہا پجاری کے پیچھے کھڑی ہوئی داسی اس کے قریب آ گئی۔ اس نے مہا پجاری کے کان میں کچھ کہا اور اسے سنتے ہی وہ مسکرا دیا۔ وہ شری وشواناتھن سے مخاطب ہو گیا۔

"تمہاری منو کامنا ضرور پوری ہو گی۔" مہا پجاری نے یہ کہہ کر شری وشواناتھن کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کھاؤ میرے سر کی قسم؟"

"بڑے بھولے ہو تجن تم۔"

"میں شری وشواناتھن ہوں، تجن نہیں۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہاں تک آیا ہوں۔ سنا ہے کالی ماتا کسی کو نراش (مایوس) نہیں لوٹاتی۔"

"تم بھی نہیں لوٹو گے۔"

Akram Allahabadi

لیکن ن کی توجہ ہجوم کی طرف منعطف ہو گئی۔ لوگ پولیس پولیس کہہ کر ہٹتے جا رہے تھے اور انسپکٹر شاہ سامنے سے بھیڑ کو چیر کر آتا نظر آیا۔ کچھ لوگ زخمی کو گھیرے ہوئے تھے اور ان میں گرو کے چیلے بھی تھے۔ اس کے بازو پر گہرا زخم آیا تھا، جس سے خون بہہ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی چیز اسے کاٹتی ہوئی نکل گئی ہو۔

"یہ آدمی کیسے زخمی ہوا؟" انسپکٹر شاہ نے پوچھا۔

"ماتا کا چکر۔ دیوی کا کرودھ..." ایک آدمی نے کہنا چاہا۔

"کہاں ہے وہ چکر؟" یہ کہہ کر انسپکٹر شاہ پلٹا۔ کچھ لوگ خوف وعقیدت سے اس چکر کو دیکھ رہے تھے، جو زمین پر ایک جگہ گرا پڑا تھا۔ لیکن کسی کی مجال نہ ہوئی تھی کہ اسے ہاتھ لگائے۔

انسپکٹر شاہ نے اس پر رومال ڈال کر اسے اٹھا لیا۔ اسے وہ گیلا اور نرم ہوتا معلوم ہوا۔ اس نے پھر بھی اس کی پرواہ کیے بغیر اسے جیب میں رکھ لیا۔

"مہا پجاری میں آپ کو حراست میں لیتا ہوں۔" شاہ نے مہا پجاری کی طرف گھوم کر کہا۔

"کیوں...؟ کس جرم میں...؟" مہا پجاری نے اس پر آنکھیں نکال کر پوچھا۔

"یہ تمہیں پولیس اسٹیشن چل کر ہی معلوم ہوگا۔ تمہارا فراڈ ان سادہ لوح انسانوں کو دھوکا دے سکتا ہے، پولیس کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتا۔" انسپکٹر شاہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا

"چھی چھی، تم لوگ کتنے بھٹکے ہوئے ہو۔" مہا پجاری نے اظہار افسوس کیا۔

"بالکل بالکل، اس لیے آپ لوگوں کو راستے پر آجانا چاہیے۔" شری وشوا ناتھن شاہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ، شری وشوا ناتھن، آپ یہاں بھی پہنچے ہوئے ہیں۔"

"میں آزادی جمہوریت پر یقین رکھتا ہوں، مسٹر پولیس۔ میرا جی چاہے تو میں سورگ

تک بھی پہنچ سکتا ہوں۔

""آپ جہنم میں بھی جا سکتے ہیں۔ پولیس کی کاروائی میں دخل مت دو۔"

""میں دنیا کی ہر کاروائی میں دخل دے سکتا ہوں۔ میں آنریبل شری وشواناتھن۔"

""آپ زیادہ گڑبڑ کریں گے تو میں آپ کو بھی گرفتار کرلوں گا۔" شاہ نے دھمکی دی۔

""میری حکومت آنے دیجیے، پھر میں آپ لوگوں کی الٹے استرے سے حجامت فرماؤں گا۔"

""ان کی باتوں میں مت لگو، یہ پاگل آدمی ہیں۔" شاہ نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کی اور دھرم مہا پجاری کو ساتھ چلنے کے لیے اشارہ کیا۔

"یہ اہنسا ہے، یہ دھرم ہے۔ مہا پجاری کو چھوڑ دو۔" ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں۔

"پولیس کے کام میں جس نے بھی دخل دیا تو اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔" شاہ نے با آواز بلند کہا اور ماحول پر سناٹا چھا گیا۔

"یہ راج اپنی موت آپ مر جائے گا۔ سجنو، تم نہ گھبراؤ۔ کالی ماتا سب دیکھ رہی ہے۔ وہ ان کا ضرور ناش کرے گی۔ دھرم اور نیائے کی جے ہو۔" یہ کہہ کر مہا پجاری پولیس کے ساتھ چلنے لگا۔ لوگ جوش میں بھر گئے تھے، لیکن پولیس کی بندوقوں کے سامنے وہ رک نہ سکے۔

""ارے، مگر میری منوکامنا؟" شری وشواناتھن نے ہاتھ پھیلا کر کہا۔

""وہ اگلے جنم میں پوری ہوگی۔" پاس ہی سے کسی نے جواب دیا اور وہ جواب دینے والے کو ڈھونڈنے لگا۔

""آپ میرے ساتھ آیئے۔" شری وشواناتھن کو ایک نرم و نازک سی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، وہی سفید پوش داسی اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔ وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

""کہاں؟" اس کے منہ سے نکلا۔

""آپ کی منوکامنا۔" لڑکی نے مسکرا کر کہا۔ "آپ اس لڑکی کو تلاش کر رہے ہیں نا؟"

Akram Allahabadi

"ارے ہاتو تم بھی اندر باہر کا حال جانتی ہو؟"

"جلدی چلیے مجمع قابو سے باہر ہو رہا ہے۔"

وہ اسے بازو سے گھسیٹتی ہوئی مندر میں داخل ہو گئی اور مجمع اشتعال سے بھرا اب پولیس کے پیچھے چل رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

کالی مندر کا مہا پجاری شنکول سپرنٹنڈنٹ خان کے کے سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور پولیس ہیڈ کوارٹرز کے باہر کئی ہزار آدمی کا ایک مشتعل ہجوم نعرے لگا رہا تھا۔

"ادھرم کا ناش ہو۔"

"گرو دیو کو چھوڑ دو۔"

"پاپی راج مردہ باد۔"

"جے ماتا کالی ماتا۔۔ جے جے مہا کالی۔"

مسلم پولیس کے سنتری دروازوں پر خاموش کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے اور تین آفیسرز دروازے پر آن کھڑے ہو گئے تھے۔ ان کے ہاتھ ریوالوروں کے ہینڈلس پر تھے، جیسے بس اوپر سے حکم کے منتظر ہوں۔

مہا پجاری سپرنٹنڈنٹ خان کے سامنے بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھا تھا اور خان غور سے اس کے چہرے کے تاثرات کا مطالعہ کر رہا تھا۔

"ہُم ..تو تم ان دونوں کیسز کے بارے میں کچھ نہیں جانتے؟" خان اپنی نشست سے اٹھتے ہوئے بولا۔

"کیسے کیس؟ ہم دھرم سیوکوں کو ان جھنجھٹوں سے کیا واسطہ۔" مہا پجاری نے ناخوشگوار موڈ بنا کر کہا۔

Akram Allahabadi

''آج جب تمہاری ماتا کالی پرگٹ ہوئی تھی تو اس کے ہاتھوں میں دو انسانوں کے کٹے ہوئے سر تھے؟'' خان کہتا گیا۔

''کالی کی مایا۔'' پجاری نے لاپرواہی سے کہا۔

''اور یہ سر ان ہی دونوں کے تھے جن کی لاشیں سڑک پر پڑی پائی گئی تھیں۔''

''کالی کی مایا۔'' پجاری نے دہرایا۔

''اور وہ دونوں آدمی وہی تھے، جنہوں نے پچھلی پوجا کے دن کالی کا اپمان کیا تھا۔''

''کالی کی مایا۔'' پجاری نے تیسری بار کہا۔

''کچھ اپنی بھی مایا دکھاؤ، مہاراج۔ سب کالی کے ہی حصے میں کیوں لکھے جا رہے ہیں۔''

''چھی چھی، آپ دیوی ماتا کا اپمان کر رہے ہیں، مہاشے۔ آپ پر اس کا کرودھ ٹوٹے گا۔''

''تم اگر سیدھے سے نہ بتاؤ گے تو پھر بھیجا پلپلا کرا دوں گا۔'' دفعتاً خان اس پر بگڑ گیا۔

''میں صرف ماتا کالی کا ایک بھگت اور جن سیوک ہوں، مجھ سے ایسی باتیں کرنے کا آپ کو کوئی ادھیکار نہیں ہے۔'' مہا پجاری نے کہا۔

''اور دوسروں کو بے وقوف بنانے کا تمہیں ادھیکار ہے۔''

''مہاشے، آپ ادھری ہیں، آپ دھرم کا اپمان کر رہے ہیں۔ آپ دیوی کے لیے ایسے شبد منہ سے نہ نکالیے۔''

''پولیس ڈپارٹمنٹ صرف ایک دیوی کی پوجا کرتا ہے، اور وہ ہے گورنمنٹ۔ مجھ سے تمہارا یہ اسٹیٹ نہیں چلے گا۔'' خان نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔''

''اور وہ تیسرا آدمی جو شاید کسی اور کے دھوکے میں زخمی ہوا ہے، تمہارے اوپر چارج

لگانے کے لیےاس کا کیس ہی کافی ہے۔"

"آپ کے جو من میں آئے کیجیے، پرنتو یاد رکھیے کالی کے بھگت کو کوئی باندھ کر نہیں رکھ سکتا۔اگر میرا دھرم صحیح ہے تو آپ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔" مہا پجاری نے مغرورانہ انداز میں کہا۔

"وہ لڑکی کون ہے تمہارے آشرم میں؟"

"صرف ایک لڑکی ہے جو ماتا کالی کی سیوا کرتی ہے۔اس سے زیادہ میں کسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کی لڑکی ہے؟"

"مجھے یہ جاننے کی ضرورت نہیں، پوجا میں صرف من دیکھا جاتا ہے۔منش اپنے کرم کا آپ ذمے دار ہے۔"

"یہ ماتا کالی کیا اسٹنٹ ہے؟"

"گھور پاپ ایسے شبد منہ سے نہ نکالیے، ورنہ آپ تباہ ہو جائیں گے۔ماتا کالی کرودھ کی دیوی ہے۔"

"تو تم کچھ نہ بتاؤ گے؟"

"خیر، رؤف خاں۔" خان نے رؤف کو آواز دی اور رؤف فوراً ہی اندر آ گیا۔

"انھیں حوالات میں بند کر دو، میں پھر کسی وقت ان سے نپٹوں گا۔" خان نے مہا پجاری کی طرف اشارہ کیا، لیکن اسی وقت ڈیسوزا اندر آ پہنچا۔

"سر، باہر مشتعل پبلک کا ہجوم بڑھتا ہی جا رہا ہے۔"

"آپ کالی کے بھگت کو نہیں روک سکتے۔مہاشے، آپ کو اس اپمان کا ڈنڈ بھگتنا پڑے گا۔" مہا پجاری فوراً بول پڑا۔

"چپ رہو۔" خان نے غصے کی نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے ڈانٹا۔ "لے جاؤ انھیں۔" اس نے رؤف کو دوبارہ حکم دیا۔مہا پجاری خود ہی کرسی سے اٹھ کر رؤف کے ساتھ چلتا ہوا

Akram Allahabadi

باہر نکل گیا۔ خان ڈیسوزا سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے کمشنر بول رہا تھا۔

"پبلک میں بڑا اشتعال پھیل رہا تھا۔ خان صاحب، آپ نے کالی مندر کے پجاری کو کیوں بند کیا ہے؟" کمشنر نے پوچھا۔

"میں اس کی مناسب وجوہ پیش کرنے کے لیے تیار ہوں۔" خان نے جواب دیا۔

"کچھ بھی سہی، لیکن وہ ایک مذہبی ہستی ہے، اس کے ساتھ آپ کو اس قسم کا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ شہر میں فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔"

"مجھے اس کا احساس ہے، جناب عالی، لیکن اس طرح تو ہر مذہبی ہستی پر سات خون معاف ہو جائیں گے۔"

"کیا آپ اسی وقت ان پر کوئی الزام ثابت کر سکتے ہیں؟"

"سردست وہ کوئی بات قبول کرنے کو تیار نہیں ہے، لیکن جس سازش کا سراغ لگانے کے لیے ہم دو ماہ سے کوشاں تھے، وہ اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی معلوم ہوتی ہے۔" خان نے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

"اوہ، تب تو بند رکھو۔" کمشنر نے تردّد کے ساتھ کہا۔ "لیکن جس طرح بھی ہو اس کا فیصلہ جلد ہو جانا چاہیے۔"

"میں خود اسی کوشش میں ہوں۔"

اس کے بعد سلسلہ گفتگو ختم ہو گیا۔ خان اٹھ کھڑا ہوا، لیکن فتر لیس باہر آتے ہی وہ اس بے پناہ مجمع کو دیکھ کر چونک پڑا، جس نے پوری سڑک گھیر لی تھی۔ وہ بے تحاشا نعرے لگا رہا تھا۔ اور دروازے پر موجود پولیس آفیسر ا سے منتشر ہو جانے کی ہدایت کر رہے تھے۔ اتنے میں کمشنر اپنے آفس سے نکل کر آ پہنچا۔ اور وہ سب اٹینشن ہو گئے۔ مجمع پر بھی چند سیکنڈ کے لیے سناٹا چھا گیا۔

"کالی مندر کا مہا پجاری ایک فراڈ ہے، اسے نہیں چھوڑا جائے گا۔" پولیس کمشنر نے مجمع

سے مخاطب ہو کر با آواز بلند کہا۔لیکن اس کے منہ سے ان الفاظ کے نکلتے ہی پولیس پر مجمع کی طرف سے پتھر برسنے لگے۔

"لاٹھی چارج کروان پر۔" کمشنر نے چیخ کر آرڈر دیا۔

اور لاٹھی چارج نے گویا آگ پر تیل کا کام کیا۔مجمع اور بے قابو ہو گیا۔اور اس سے دو کانسٹیبلوں کو گھسیٹ کر اپنے درمیان لے لیا۔پولیس والے صرف ان کی چیخیں سن رہے تھے۔

"کیا اشک آور گیس کے بم ہیں یہاں؟" کمشنر نے پلٹ کر ڈی سی پی سے پوچھا، جو پیچھے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔خان بھی تب تک اتر آیا تھا اور خاموشی سے کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

"یہاں تو نہیں ہیں، منگانا پڑے گا۔" ڈی سی پی نے بتایا۔

مگر ہجوم کا اشتعال تو بڑھتا ہی جا رہا ہے۔" کمشنر تشویشناک لہجے میں بولا، لیکن اسی وقت اس کی نظر ایک پولیس آفیسر کی طرف اٹھ گئی۔ہجوم سے تین آدمی اس پر ٹوٹ پڑے تھے اور اس کی کمر سے اس کے ریوالور کی پیٹی کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"الرٹ۔" کمشنر خود چیخا اور اس حکم کے سنتے ہی پیچھے سے بھاگ کر آنے والے مسلم پولیس مین بھی بندوقیں تان کر کھڑے ہو گئے۔مجمع پھر بھی جما رہا، بلکہ اور دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔اس کے تیور خطرناک تھے۔

"فائر..." پولیس کو دوسرا حکم ملا، جس کے ساتھ ہی بندوقیں اور ریوالور گولیاں اگلنے لگے۔

مجمع گولی بار کے بعد چار لاشیں چھوڑ کر منتشر ہوا۔ان چار کے علاوہ دو پولیس کانسٹیبلوں کی لاشیں بھی سڑک پر پڑی نظر آ رہی تھیں۔کمشنر کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔وہ اپنے آفس میں چلا گیا۔اور خان کو زندگی میں پہلی بار یہ محسوس کرنا پڑا کہ بعض اقدامات کر ردِ عمل اتنا خوفناک بھی ہو سکتا ہے۔اس نے کار سنبھالی اور کسی گہری سوچ میں کھویا ہوا کمپاؤنڈ سے نکل گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

عشقیہ مرمت

شری وشواناتھن، مہا پجاری کی گرفتاری اور پبلک کے ہجوم کے پولیس کے پیچھے جانے کے بعد اس لڑکی کے ساتھ چلتے ہوئے مندر سے گزر کر عقبی عمارت میں داخل ہو گئے۔

"تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو؟" انھوں نے لڑکی کو ٹوک کر پوچھا۔

"آپ کی منوکامنا پوری کرنے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ایں... ہاں ہاں... ضرور ضرور... ویسے تم بھی اس لڑکی سے کچھ کم نہیں ہو۔"

"آپ یہاں تشریف رکھیے، میں ابھی آئی۔" وہ ان کی بات کا جواب دیے بغیر انھیں ایک کمرے میں ایک گدے دار چبوترے پر بٹھاتی ہوئی ایک دروازے سے دوسرے اندرونی کمرے میں چلی گئی۔ یہاں اس وقت گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔

شری وشواناتھن کمرے میں ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔ پھر چند سیکنڈ بعد انھوں نے کمرے کے دروازے سے اپنا کان لگا دیا۔ اندر بھی کسی قسم کا شور نہیں سنائی دے رہا تھا۔ لیکن دروازے کی ایک باریک سی درز سے اندر جھانکنے پر وہ یہ دیکھ کر چونک پڑے کہ اندر وہ لڑکی ایک وائرلیس سیٹ پر جھکی ہوئی تھی۔ وہ اس کا ایک بٹن گھما رہی تھی۔ چند سیکنڈ بعد ہی خفیف سے انتظار کے بعد سیٹ سے ایک آواز سنائی دینے لگی۔

"ناٹ تھری جے بی۔ ناٹ تھری جے بی۔"

"ایڈینا کالنگ ہر۔" لڑکی نے جلدی سے کہا۔

"لیس، کم اِن۔" سیٹ سے آواز آئی۔

"شنکول گرفتار ہو گیا ہے۔ اسے پولیس ساتھ لے گئی ہے۔"

"میں یہی چاہتا تھا۔ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

Akram Allahabadi

"شری وشوا ناتھن کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ یہاں تک پہنچ چکے ہیں۔"

"خوب، تم ابھی تک نہیں سمجھیں کہ وہ ایک سی آئی ڈی آفیسر ہے۔ مجھے خبر مل چکی ہے کہ اصل شری وشوا ناتھن ابھی تک لندن میں موجود ہے۔"

"او گاڈ تو پھر؟"

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اسے زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا۔"

"میرے لیے کیا آرڈر ہیں؟"

"تم اسے ساتھ لے کر ٹرز برج پر آجاؤ۔"

"لیکن یہاں...؟" لڑکی نے کہنا چاہا۔

"یہ سوچنا تمہارا کام نہیں ہے۔" دوسری طرف سے کسی قدر سخت لہجے میں کہا گیا۔

"اوکے باس۔" یہ کہتے ہوئے لڑکی نے سیٹ آف کر دیا۔ اور اسے ایک چبوترے کے نچلے حصے میں رکھ کر چبوترے کا فرش ہاتھ سے کھسکا کر برابر کر دیا۔ اس کے پلٹنے سے پہلے ہی شری وشوا ناتھن اپنی نشست پر واپس بیٹھ چکے تھے۔ وہ جیسے ہی کمرے میں مسکراتی ہوئی داخل ہوئی، شری وشوا ناتھن چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟"

"کک...کچھ تو نہیں...یانی کہ بس خدا کی قدرت۔" شری وشوا ناتھن نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں، اب بتایئے آپ کی منوکامنا۔"

"اب بتائیں کیا خاک، سب بھول بھال گئے تمہیں دیکھ کر۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے اپنا عشق ٹرانسفر کر لیا ہے۔ ہم اب، بلکہ اسی وقت تم پر عاشق ہو گئے ہیں۔" شری وشوا ناتھن نے کھوئے انداز میں کہا۔

Akram Allahabadi

"آپ جیسی سنجیدہ ہستی اور ایسی باتیں؟ تعجب ہے۔"

"تعجب تو ہمیں ہے کہ ہم بالکل گدھے تھے جو زندگی کے تمام قیمتی سال سیاسی حماقتوں میں گزار دیے۔ ہمیں اب احساس ہوا ہے کہ دنیا کی سب سے قیمتی چیز عورت ہے۔"

"بہت دیر میں جاگے آپ۔" وہ مسکرائی۔

"اچھا اگر ہم تم وہ وہ کریں تو تم برا تو نہیں مانو گی۔"

"وہ کیا؟"

"وہی جسے انگریزی میں لو کہتے ہیں۔"

"قطعی نہیں، ہمارا تو دھرم ہی سب سے پریم کرنا ہے۔"

"سب سے نہیں۔" شری وشوا ناتھن اچانک گرم ہو گئے۔ "صرف ہم سے، ورنہ ہم سب کو گولی سے اڑا دیں گے۔"

"ارے آپ تو غصے میں آ گئے۔"

"تو کیوں نہیں آئے گا۔ رقابت کی آگ جانور کو بھی ابا بیل... نہیں... وہ کیا... ہاں، بابیل بنا دیتی ہے۔"

"آپ بھولتے ہیں۔ بابیل سے رشک کرنے والا قابیل تھا۔"

"ارے، مگر تمہیں کیسے معلوم؟ میں نے تو مسلمانوں کی کتاب میں پڑھا تھا۔"

"اور میں نے کسی سے سنا تھا۔"

"اچھا، ہمارے ساتھ گھومنے چلو گی؟"

"کہاں؟"

"کہاں..." شری وشوا ناتھن سوچ میں پڑ گئے۔ "بس کہیں کوئی بڑی رومانٹک جگہ، کسی دریا کے کنارے تنہائی... اور..."

"چلیں گے کیسے؟" لڑکی نے ناز بھرے انداز میں کہا۔

Akram Allahabadi

"شری وشواناتھن کوئی پیدل قسم کے آدمی نہیں ہیں، ہماری کار میدان کے باہر موجود ہے۔"

"میں کپڑے تبدیل کرلوں۔"

"واہ، ایسی کتنی اچھی لگتی ہو۔"

"اچھا تو چلیے۔"

"مگر یہ پجاری کو پولیس کیوں پکڑ کر لے گئی ہے؟"

"اپنے سر مصیبت مول لینے۔ مہا پجاری دیوی کے سب سے بڑے بھگت ہیں۔ دیوی کالی کا کرودھ ان سب کو تباہ کردے گا۔"

"او گاڈ، اتنی خطرناک ہے تمہاری دیوی۔"

"وہ جس سے خوش ہوتی ہے مالا مال کردیتی ہے، جس سے ناراض ہوتی ہے، اسے ختم کردیتی ہے۔"

"مم... مجھے یہاں ڈر لگ رہا ہے تم جلدی چلو۔"

"کیوں؟"

"کہیں مجھ سے ناراض نہ ہوجائے۔"

"چلیے۔"

واقعی، میدان کے باہر ایک کار کھڑی ہوئی تھی، لیکن اس کی پارکنگ اس طرح تھی جیسے کوئی گاڑی سے اتر کر کچے راستے سے سامنے والی بستی میں پیدل گیا ہو۔ وہ دونوں کار میں پہنچ گئے۔

"کہاں چلیں گے آپ؟"

"جہاں تم کہو۔"

"میں؟" وہ سوچنے لگی۔ "اچھا تو ٹرنر برج چلیے، بڑی رومانٹک جگہ ہے۔"

Akram Allahabadi

''ہے ہے، کیا نصیب ہے اپنا بھی۔'' شری وشوانا تھن نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کہا۔ مگر راستے میں ان کی کھوپڑی پھر کچھ بہکنے لگی۔ وہ ایک بار اس کی ریشمیں زلفوں کی ایک جھومتی لٹ کو چومتے ہوئے بولے۔ ''کیا خوبصورت چٹانیں ہیں یہ مہاراج تمہاری۔ جی چاہتا ہے ان میں جھول جھول کر تارزن بن جاؤں... اِی او...''

''جی؟'' وہ چونک کر ان کی شکل دیکھنے لگی۔

''انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں صاف صاف تحریر ہے اگر بادشاہ پبلک کی آنکھ پے، نہیں وہ یانی کہ اگر بادشاہ پبلک کی نظر میں بڑا ہے، تو پبلک خدا کی نظر میں بڑی ہے۔ تم اس جمہوریت کے دور میں قہر میجسٹی کی ٹانگ اونچی نہیں رکھ سکتے۔ میں تمام سفید مرغوں کو حلال کر کے کھا جاؤں گا۔''

''ارے، یہ آپ کو کیا ہو گیا بیٹھے بیٹھے۔'' وہ مصنوعی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

''ہم کو قوم کا درد ہو گیا ہے، ہم شری وشوانا تھن اور آنریبل بھی، بیانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ اگر ڈارون کے بندر کو دم لگا دی جائے تو دنیا کے تمام اختلافات مٹ جائیں گے۔ ہم زمانہ قبل از تاریخ سے تمام دمدار جانوروں پر ریسرچ کرتے آئے ہیں اور ثابت ہوا کہ وہ سب ہماری طرح بے ضرر ہوتے ہیں۔''

شری وشوانا تھن کے اس جواب پر لڑکی کو ہنسی آ رہی تھی، لیکن وہ ضبط کر گئی۔

''اور آپ کی وہ منو کامنائیں کیا ہوئیں؟''

''سوشلزم کے اصول سے ہر آدمی کے پاس ایک بنگلہ، ایک نوکری، ایک بیوی ہونا چاہیے، مگر ہمارے پاس آدھی بھی نہیں ہے، اس لیے ہم انقلاب لائیں گے، کسی کے باپ کا اجارہ ہے، ہاں۔''

''آپ پر شاید دورہ پڑ رہا ہے؟''

''ہم ابھی دورے پر نہیں نکلے، یہ جھوٹ ہے۔''

Akram Allahabadi

"اوہ، کہیں ایکسیڈنٹ نہ کر دیجیے گا۔" وہ اسٹیرنگ بہکتے دیکھ کر چونک پڑی، حالانکہ دل ہی دل میں مطمئن تھی۔ کیونکہ اس کا نامعلوم باس بتا چکا تھا کہ شری وشواناتھن کے بھیس میں ایک سی آئی ڈی آفیسر ان تک پہنچا ہے۔ اور بہروپ لاکھ سہی، وہ ایکسیڈنٹ کرنے سے رہا۔ پھر بھی وہ بار بار چونکتی رہی۔ اور کبھی کبھی اس کے منہ سے دبی دبی سسکیاں بھی نکل جاتی۔ اب وہ خود ہی شری وشواناتھن کو ٹرنر برج کا راستہ بتا رہی تھی۔ ٹرنر برج جس کے نیچے گہرے پانی والا دریا لہریں مار رہا ہوگا، اتنا گہرا کہ ڈوبنے والے کا پتا نہ چلے۔ یہ پل شہر کے باہر، لیکن آبادی سے زیادہ دور نہ تھا۔ سمندر کا ایک حصہ آبنائے کی شکل میں خشکی میں اس طرح اندر گھستا آیا تھا کہ اگر سمندر سے اس کے تعلق سے نظر انداز کر دی اجائے تو وہ چوڑے پاٹ کا ایک دریا معلوم ہوتا تھا۔ اس پل پر دن ڈھلے تک ہی چہل رہتی، اس کے بعد سناٹا چھا جاتا، کیونکہ شہر سے آئے ہوئے لوگ لوٹ جاتے تھے اور قریب کے لوگوں کے لیے وہ کوئی نئی یا خصوصی چیز نہ تھی جو وہ روز روز وہاں جمع ہوا کرتے۔ رات کے اوقات میں سناٹے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سرکاری طور پر اس مقام کو تاریک راتوں کے لیے ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ لڑکی نے خود ہی پل کے قریب شری وشواناتھن کی کار رکوا دی، مگر شری وشوا ناتھن اس وقت سے گم سم تھے۔ شاید ان کا موڈ پھر اعتدال پر آ رہا تھا۔ وہ چپ چاپ لڑکی کے ساتھ کار سے اتر گئے۔ اور دونوں ٹہلتے ہوئے پل کی طرف بڑھنے لگے۔

"بڑی رومانٹک جگہ ہے۔" شری وشواناتھن نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔

"شکر ہے، آپ کا موڈ اعتدال پر تو آیا۔"

"کیوں ہمیں کیا ہوا تھا؟"

"کچھ تو نہیں، اچھا چلیے۔ وہاں وہ اس جنگلے کے پاس کھڑے ہو گئے۔ آج کی رات بھی کتنی سہانی ہے۔"

"تمہاری ان گھنیری زلفوں سے زیادہ کالی نہیں۔"

"آپ شاعری بھی کر لیتے ہیں؟"

Akram Allahabadi

"لوگوں کا خیال ہے کہ میں شاعر پیدا ہوا تھا، لیکن بدقسمتی سے لیڈر بن گیا۔"

وہ دونوں پل کی منڈیر پر کہنیاں ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ منڈیر زیادہ سے زیادہ تین فٹ بلند تھی اور رات کی تاریکی میں ادھر سے گزرنے والی گاڑیوں کی آگاہی کے لیے اس پر سفید رنگ سے رنگا گیا تھا۔ وہ لڑکی چونکی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ لیکن شری وشواناتھن کے چہرے پر کسی قسم کے آثار نہ تھے۔ اچانک ایک خفیف سی چرچراہٹ نے ان کے کان کھڑے کر دیے، حالانکہ انھوں نے اس کیفیت کو لڑکی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بہت آہستہ پنجے کے بل چلتا ہوا نیچے سے آ رہا ہو۔

پھر اچانک تاریکی سے دو سائے شری وشواناتھن کی طرف بڑھے، مگر اس سے پہلے کہ ان کے ہاتھ شری وشواناتھن کے جسم کو چھوئیں، بجلی جیسی تیزی سے پلٹ کر انہوں نے ان میں ایک کی ناک پر اس زور کا گھونسا رسید کیا کہ وہ پانچ قدم دور جا گرا۔ دوسرا ان سے الجھ پڑا اور لڑکی خاموشی سے وہیں کھڑی تماشا دیکھتی رہی۔

"ہائے تم اف بھی نہیں کرتے اور تمہارا عاشق صادق پٹ رہا ہے۔" سری وشواناتھن نے دوسرے کو بھی گھونسوں پر رکھتے ہوئے کہا۔ مگر لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں پہلے والا سنبھل کر ان پر حملہ آور ہو گیا۔

"لوگ قیس کو پتھر مارتے تھے تو لیلا کو بدہضمی ہو جایا کرتی تھی، تم بخیریت آ رہی ہو۔" شری وشواناتھن نے دوبارہ کہا۔

"شٹ اپ۔" لڑکی چیخ کر بولی۔

"ہائے، کیا ادا ہے۔ مکرر ارشاد۔"

"تم سے ایک آدمی نہیں سنبھل رہا ہے۔" وہ ان دونوں کی طرف دیکھ کر چیخی۔

"سنبھالیں جب نا، یہ تو دور دور بھاگ رہے ہیں۔" شری وشواناتھن نے پیٹ میں گھٹنا مار کر اسے گردن کے جھٹکے سے اٹھتے ہی خود ہی جواب دیا۔

لیکن اس وقت ایک کار کی ہیڈ لائٹس نے انھیں چونکا دیا۔ وہ دونوں پل کی دوسری منڈیر کے سرے پر اس پار کود گئے۔ شاید اس طرف کنارہ تھا۔

☆☆☆☆☆☆

کمرے میں فون موجود تھا۔ بالے نے سوچا کیوں نہ خان کو خبر کر دی جائے، لیکن اس طرح تو اس نامعلوم بلیک چیک کا منشا پورا ہو جاتا۔ پھر وہ ان تینوں کو وہیں چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھا، لیکن جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا، وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا۔ دونوں سمت سے رائفلوں کی دو نالیں اندر جھانک رہی تھیں۔

"ریوالور پھینک دو۔" اسے باہر سے ایک تحکمانہ آواز سنائی دی اور بالے نے خطرے کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنا ریوالور پھینک دیا۔ اسی وقت دونوں دروازوں سے چار آدمی جن کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں اندر آ گئے۔ ان میں سے دو نے ابراہام اور دو کے محافظوں کی بندشیں کاٹ دیں اور بالے کے سر پر مسلط ہو گئے۔

اس کے بعد وہ بالے کو اسی کمرے میں بند کر کے چلے گئے۔ بالے نے اندر سے دروازوں کو ہلا کر دیکھا، وہ باہر سے مضبوطی سے بند تھے۔ اور کمرے میں اور کوئی راستہ ایسا نہ تھا جس سے کوئی کوشش کی جا سکے۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ پھر اسے اچانک فون کا خیال آ گیا، لیکن جب اس نے اس پر نمبر ڈائل کیے تو کنکشن ہی نہیں ملا۔ شاید وہ ایکسٹینشن تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

شنکول کی رہائی

دوپہر ہوتے ہوتے پولیس کمشنر کو وزارتِ داخلہ سے صیغۂ راز کی ہدایت موصول ہوئی کہ امنِ عامہ کے پیشِ نظر کالی مندر کے مہا پجاری کو چھوڑ دیا جائے۔ پولیس اس کے خلاف کوئی ایسا ثبوت بھی فراہم نہ کر سکی تھی جس کے تحت کوئی قانونی عدالت اسے موردِ الزام گردن سکتی۔ شہر میں جو کچھ ہو رہا تھا، حوالات میں رہتے ہوئے مہا پجاری اس کا ذمے دار نہ تھا۔ اور وہ تو صاف صاف کہہ چکا تھا کہ مجھے گرفتار کر کے تم نے کالی ماں کو ناراض کیا ہے، وہ تمہیں تباہ کر دے گی۔

پولیس نے اس کی باتوں کو بکواس قرار دیا تھا، لیکن وہ خود چکر میں آ گئی۔ جب اس نے شہر پر ایسی مصیبتیں نازل ہوتے دیکھیں۔ عوام کا تعاون اسے کیا ملتا، ان کی وہم پرست اکثریت تو کالی ماتا اور مہا پجاری شنکول کی اور معتقد ہو گئی تھی۔

شنکول کو جس وقت چھوڑا گیا۔ ہزروں آدمیوں کے نعرے لگاتے ہوئے ہجوم نے اسے گھیر لیا۔ بہت سے عقیدتمندوں کی کاریں اس کے لیے آ پہنچیں کہ اسے کالی مندر تک لے جائیں۔ اسے ہاروں اور پھولوں سے لاد دیا گیا۔ اور کالی ماتا کی جے کے نعروں کے ساتھ کالی مندر تک اس کا باقاعدہ جلوس لے جایا گیا۔ اور پولیس کو خود غرضِ امن کے خطرے کے پیشِ نظر اس جلوس کے ساتھ جانا پڑا۔

یہاں یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور وہاں بالے کسی طور پر قید سے آزاد ہونے کی کوشش کرتے کرتے مایوس ہو چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ خان اس سے بےخبر نہ ہوگا، لیکن جب صبح ہو گئی اور کوئی واقعہ نہ ہوا تو اس کی مایوسی بڑھنے لگی۔ صبح صرف ایک محافظ اس کے لیے تلے ہوئے انڈوں اور مکھن ٹوسٹ کا ناشتا لایا۔ دوپہر تک پھر کوئی نہ آیا۔ البتہ دوپہر کے وقت جب وہی محافظ پھر اندر داخل ہوا تو وہ ہنس رہا تھا۔ وہ بالے کے لیے کھانا لایا تھا۔

Akram Allahabadi

"کیوں بھائی، یہ بھتیجی کیوں نکل رہی ہے باہر؟" بالے نے اس سے پوچھا۔

"تا کہ تم خون کے آنسو روؤ۔"

"کیوں کیا میری بیوی مر گئی ہے؟"

"ہمیں معلوم ہے کہ تم خاندانی کنوارے ہو۔ ایڈینا تمہارے عشق کی داستان سب کو سنا چکی ہے۔"

"ہائے، وہی تو میری ہونے والی بیوی تھی۔ کب مری بے چاری؟"

"نہیں۔ وہ زندہ ہے، لیکن تمہاری حکومت ضرور مر جائے گی۔"

"کوئی چھوت کی بیماری ہے کیا؟"

"ساری پبلک خلاف ہو گئی ہے اور تم پولیس والوں کا تو وہ برا حشر ہوگا کہ تمہاری نسلیں یاد رکھیں گی۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"خدا خیر کرے۔ تم نے آج کوئی سیاسی اخبار تو نہیں پڑھا؟"

"خود جان لو گے۔" وہ کہہ کر مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔ لیکن بالے یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس دروازے کو باہر سے بند کیے جانے کی آواز نہیں آئی تھی۔ وہ کچھ دیر تک وہیں بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ اس جالی سے سنائی دینے والے ایک زوردار قہقہے نے اس کے قدم روک دیے۔ "بھاگ رہے ہو، سارجنٹ؟"

"ذرا چہل قدمی کر رہا تھا۔"

"اس روم کا ایک ایک کونہ میرے ٹیلی وژن اسکرین پر ہے۔ میں سب دیکھتا رہتا ہوں۔ میں سارے شہر کو دیکھتا رہتا ہوں۔" جالی سے آواز آئی۔

"تب تو تم ضرور کوئی سامری جمشید قسم کے آدمی ہو۔"

"سنو، رات میں نے تمہاری موت کا فرمان جاری کر رکھا تھا، لیکن اس وقت میں تمہیں زندگی کی بشارت دے رہا ہوں۔ آج میں بہت خوش ہوں، اس لیے تمہارے خون سے ہاتھ نہیں

Akram Allahabadi

رنگے جائیں گے۔ اور ہاں، آج سے نہ تمہاری سرگرمیاں رہیں گی، نہ تمہارے کام۔ میرا مقصد پورا ہو چکا ہے، اس لیے ہر چیز ختم کی جارہی ہے۔ تم جاسکتے ہو۔" اس آواز نے کہا، لیکن بالے اسے مذاق یا پھر کوئی چال سمجھا، وہ اکڑ گیا۔

"میں تو یہیں اپنی سسرال بناؤں گا۔" وہ صوفے پر جمتے ہوئے بولا۔

"شوق سے، اگر مکھیاں مارنی ہوں تو کسی میز پر وہ جالی بھی پڑی ہوگی۔" دوسری طرف سے جواب ملا اور ساتھ ہی وہ آواز مفقود ہو گئی۔ بالے کچھ دیر تک اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر اس نے خود اسے پکار، لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

وہ اب تک اس کے الفاظ کو مذاق ہی سمجھ رہا تھا، لیکن جیسے ہی اس نے دروازے کو دھکیلا، دروازے کے دونوں پٹ کھل گئے۔ اس نے محتاط انداز میں باہر قدم رکھتے ہوئے نظر دوڑائی تو اسے کوئی چڑیا کا بچہ بھی نظر نہیں آیا۔ وہ اس عمارت سے نکل آیا۔ تب بھی اس سے کوئی نہ ملا۔ پھر اس نے اس کے تمام حصے دیکھ ڈالے، لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ وہ سیدھا میدان کو عبور کرتا ہوا پہلی عمارت تک پہنچا تو اسے یہ دیکھ کر اور زیادہ حیرت ہوئی کہ وہ باہر سے مقفل تھی اور احاطے کے دروازے پر انگریزی میں TOLET (کرائے پر خالی ہے) کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ اس کا سر چکرا گیا۔ وہ سوچنے لگا کہیں اسے دھوکا تو نہیں ہو گیا، یا شاید یادداشت کام نہ کر رہی ہو۔ لیکن غور سے دیکھنے پر اس نے اس کے پورچ، گاڑیاں کھڑی ہونے کی جگہ، غرض کہ اس کی ہر چیز کو پہچان لیا۔

اسے سڑک پر ٹیکسی مل گئی اور وہ سیدھا پولیس ہیڈ کوارٹرز کی طرف بھاگا۔ اس کی آمد سے ہیڈ کوارٹرز میں کھلبلی سی مچ گئی، مگر خان کی گمشدگی کی اطلاع نے اسے چکر میں ڈال دیا۔ وہ کل رات سے لاپتا تھا اور کسی کو اس کے بارے میں کسی قسم کی خبر نہیں ملی تھی۔ اس پر جو گزری تھی اس کے بارے میں اس نے کسی کو کچھ نہیں بتایا، بلکہ اسی وقت آفس سے گھر کی طرف چل پڑا۔ اور یہاں بھی اسے مایوسی ہوئی، جب غلام رسول نے اسے بتایا کہ صاحب شام کو دفتر سے گھر لوٹ کر نہیں آئے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

مہمان مقرّر

آج کی رات شہر کے لیے پرسکون اور امید افزا تھی، کیونکہ مہا پجاری کے آزاد ہوتے ہی کالی دیوی کا قہر نازل ہونا ایک دم بند ہوگیا تھا، جس سے عقیدتمندوں میں اور زیادہ جوش وخروش پھیل گیا اور اہلِ ہنود میں وہ حلقے بھی جو خالی کو نہیں مانتے تھے، اس کی پوجا کرنے لگے۔ شاید یہی سبب تھا کہ کالی مندر کے میدان میں آج سارا شہر سما جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ رہائی کی خوشی میں مہا پجاری نے ایک جلسہ عام اور مہا پوجا کا اعلان کرایا تھا اور لوگ سرِ شام ہی سے مندر کے میدان میں جمع ہونا شروع ہوگئے تھے۔ آج اس کے دیدار کے لیے بے چین نظر آرہے تھے۔

جب مجمع شباب پر تھا اور لوگ شدتِ انتظار سے بے چین ہو کر نعرے لگا رہے تھے، اس وقت کالی مندر سے سنکھ بجنا شروع ہوگئے اور لاتعداد مجیروں کی سریلی جھنکار فضا میں گونجنے لگی۔ پھر مردنگ کی آوازیں دلوں کو دہلانے لگیں اور مہا پجاری اپنے چیلوں کے پیچھے، ایڈینا داسی کے ساتھ، مندر کے دریچے میں نظر آیا۔ پھر وہ مندر کی سیڑھیاں اترتا دکھائی دیا۔ اور جے جے کار کے نعروں سے میدان گونجنے لگا۔

بالے سارے شہر میں بھٹکنے کے بعد خود بھی اس وقت کالی مندر کے میدان میں پہنچ گیا تھا اور ہیٹ کی بجائے ٹوپی لگائے ہجوم میں اس طرح گھسا ہوا تھا، جیسے مہا پجاری کے مشتاقان میں سے ایک ہو۔ پھر وہ بھیڑ میں کھسکتا کھسکتا مورتی کے قریب پہنچ گیا اور اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ آج اس مہا پوجا کے بڑے جلسے میں کم وبیش ایک لاکھ آدمی شریک تھے۔ مورتی سے کچھ فاصلے پر بچھی ہوئی چوکی پر شہر کے بہت سے معززین بھی نظر آرہے تھے یا شاید انھیں خاص طور پر بلایا گیا ہو، اور ان میں جس چوکھٹے سے بالے کو غرقِ حیرت کیا تھا، وہ شوکت کا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ پر نگار بیٹھی ہوئی تھی اور بائیں سمت سر سالومن۔ ان کے بعد میڈم سکساریہ اور بہت سے ایسے

Akram Allahabadi

چہرے، جنہیں شری وشوا ناتھن کی حیثیت سے بالے اس رات میٹنگ میں دیکھ چکا تھا۔ وہ کسی طرح اس کی پشت پر پہنچ گیا اور شوکت سے کچھ دور کھڑا ہو گیا۔

کالی پوجا میں ابھی دیر تھی، اس لیے مہا پجاری کے مورتی کے قریب بیٹھتے ہی یہ اعلان کیا کہ مہا پجاری کی رہائی اور دیوی اپمان کے پھل کے بارے میں شہر کے چوٹی کے لوگ پبلک سے کچھ کہیں گے اور اس اعلان کے ساتھ پہلے سرسالومن کا نام ہی پیش کیا گیا۔ سرسالومن لوگوں کے لیے جانے بوجھے آدمی تھے۔ ان کے کھڑے ہونے پر کچھ لوگوں نے تالیاں بجائیں، کچھ خاموش رہے۔ بہر حال سرسالومن نے پہلے تو مہا پجاری کو عقیدت کا نذرانہ پیش کیا، پھر ماتا کالی کے گن گاتے ہوئے حکومت اور پولیس پر اپنے غصے کی بوچھار شروع کر دی۔ انھوں نے کہا جو پارٹی آج ہم پر حکومت کر رہی ہے، وہ ادھرمی ہے۔ وہ دیوی دیوتاؤں کا اپمان کر رہی ہے۔ اور ہم یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کا اپمان کرنے والے لوگ ہم پر حکومت کریں۔ وہ جب ایک مذہب والوں کے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں تو سب کے ساتھ کر سکتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ بہر حال ان کی تقریر اتنی اشتعال انگیز تھی کہ مجمع سے جے جے کار کے اور ایسی سرکار کا ناش ہو، ادھرمیوں کو گدی سے اتار دو کے نعرے لگنے لگے۔ بالے یہ عجیب وغریب انقلاب دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ کہ تقریر کے لیے شوکت سے کہا گیا۔ بالے کو اس پر ہنسی آ گئی، مگر وہ چپ ہی رہا۔ اس نے دیکھا انگار شوکت کو پیار و محبت میں قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی سحر انگیز نظروں سے دیکھ کر اسے تقریر کرنے کے لیے اکسا رہی ہے۔ اور آخر کار شوکت کی شہ رگ پھڑک ہی اٹھی۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

”جناب پجاری جی اور کالی دیوی جی... اور جنتا جی... یانی کہ میں مکرر روکر... اوںہونہہ ... یانی یانی کہ مقرر نہیں ہوں۔“ وہ شروع سے ہی بوکھلانے لگا۔ ”مگر دوستوں نے مجبور کیا ہے تو لیجیے سن لیجیے۔ میری تقریر مقریر کاۓ کی، سیدھی سی بات ہے کہ اپنی حکومت سالی دھرم کرم دین دنیا آخرت دوزخ جنت کچھ مانتی ہی نہیں ہے۔ میں پوچھتا ہوں کاۓ کو نہیں مانتے بھائی لوگ۔ آخر تو

Akram Allahabadi

مرنا پڑے گا ایک دن ۔ پھر دوزخ میں جلیں گے تو ان کے باپ بچانے جائیں گے واں ۔"

"میں کہتا ہوں کہ کالی دیوی ہو کہ سفید دیوی کہ پیلی نیلی کوئی بھی ہو ۔ دیوی دیوتا ماننے والوں کو پیاری تو ہوگی نا ۔ پھر ووٹ تو ہم سے، یانی کہ آم الناس (عوام الناس) سے، اور بادشاہ بن جاؤ تو ہمارے بھی سر پر ڈنڈا ۔ واوا... یہ کاں کا انصاف ہے ۔"

"مطلب کی بات کہیے، شوکت صاحب ۔" سرسالومن نے آہستہ سے اسے ٹوکا ۔

"اورلو... تو کیا میں جھک مار رہا ہوں ۔ یانی کہ سا سالومن کہتے ہیں کہ مطلب کی بات کرو ۔ بھائی لوگو، اپن تو مطلبی اور خودغرضیے ہیں نہیں ۔ صاف سچی بات ۔ بس اتنا ہی یاد رکھو کہ میں ٹھہرا مسلمان آدمی، مگر آپ سے کہتا ہوں کہ میرے نانا جان مفرور... نہیں یانی کہ... مغرور..." وہ کہتے کہتے اٹک گیا ۔

"مغفور بول، بھائی، مغفور ۔" پیچھے سے آواز آئی اور شوکت چونک پڑا ۔ لیکن بہر حال تقریر کا موقع تھا، اور وہ بھی ہزاروں کے مجمع میں ۔ وہ پھر تقریر کرنے لگا ۔

"ہاں صاحب، تو اللہ انھیں جنت نصیب کرے ۔ کہتے تھے کہ ہندو ہو چاہے مسلمان اور یانی کہ سکھ بھائی ہو کہ پنجابی، نہیں میرا مطلب ہے پارسی اور عیسائی میسائی بھی ہو تو کسی کے خدا رسول اور یانی کہ دیوی دیوتاؤں کو برا نہیں کہنا چاہیے ۔ سب کاں... یانی کہ احترام کرنا چاہیے ۔ پھر اپنی گورنمنٹ کو اللہ جانے کیا سور سونگھ گیا ہے کہ پجاری جی کو ای ڈنڈے مار دیے ۔ اے لو، یہ تو وئی بات ہوئی کہ بول تو میری بولی بول، نہیں تو مت بول ۔ یانی کہ آپ لوگ خود سمجھ دار ہیں ۔ سفید کالا سب جانتے ہیں ۔ اب آپ کاہے کو انصاف نہیں کرتے کہ کیا ہونا چاہیے ۔ میرا تو خیال ہے کہ گورنمنٹ کو نوٹس دینا چاہیے کہ پجاری جی کی دیوی جی سے آکر معافی مانگو نہیں تو اپنا بھی منہ کالا کر جاؤ ۔"

"ہیر ہیر..." پیچھے سے بالے نے بھیڑ میں چھپ کر تالیں بجائیں جس پر دوسرے بھی بجانے لگے اور شوکت اپنی تقریر کی کامیابی سمجھ کر اور گرم ہو گیا ۔

Akram Allahabadi

"اور جناب کالی دیوی جی اور حاضرین جلسہ، میں تو کہونگا کہ اپنے سالومن سر نے جو ابھی کہا ہے کہ ایسی سرکار کا تختہ الٹ دو۔ تو اپنی سمجھ میں تو آئی نہیں بات۔ بھلا سرکار کو تختے تخت کا کیا کام؟ الٹ دو کہ سیدھا کر دو۔"

اس پر سارا میدان ہنسی کی گونج میں ڈوب گیا اور شوکت اسے بھی شوکت تھانوی کی مزاح نگاری سمجھ کر اور موڈ میں آ گیا۔

"اپنی بری بھلی رائے تو ایسی ہے کہ اب کے جب سالے ووٹ مانگنے آئیں تو ٹھینگا دکھا دو، اور ان لوگوں کو ووٹ دو جو ایک پائی... آئی ایم ساری، پارٹی بنا رہے ہیں، یعنی سر سالومن اور میڈم سکس ... سکس ... اوہ ہوں... سکستی آ رہا۔ اور سب مذہب دھرم کے لوگ جو مل کر پارٹی بنا رہے ہیں اس کو ووٹ دو۔ مسلمان بھی دیں، ہندو بھی دیں، عیسائی بھائی بھی دیں سکھ بھائی بھی دیں اور پارسی بھائی بھی دیں کہ نہیں دیں، ان کی مرضی۔ اور روپے میں چھدام کو گنتا بھی کون ہے، اور دیں تو ان کا بھی شکریہ۔ تو بس اپنی تو یہ اپیل ہے، آگے آپ جانو اور آپ کا کام۔ اللہ مبارک کرے۔"

یہ کہہ کر وہ اجازت لیے بغیر دھم سے اپنی نشست پر واپس بیٹھ گیا۔ اور دیر تک میدان ہنسی کے مدھم سروں میں گونجتا رہا۔ مقررین میں ہر مذہب کے لوگ تھے، جنھوں نے تقریریں کی اور سب کی تقریروں کا لب لباب یہ تھا کہ موجودہ حکومت مذہب اور دھرم کا کوئی احترام نہیں کرتی۔ اس کی پولیس دیوی دیوتاؤں اور ان کے بھگتوں پر ظلم کرتی ہے، اس لیے ہم تمام مذہب کے لوگوں نے مل کر یہ طے کیا ہے کہ ایسی پارٹی بنائیں جو حکومت میں آ کر تمام مذہبوں کی عزت کرے اور سب کے بھگتوں کو خوش رکھے۔ اس پارٹی کا نام ....اور اس الیکشن میں تمام صوبے سے اس کے نمائندے کھڑے ہوں۔ کیونکہ......................کہ ایک لاکھ سے زیادہ کے مجمع نے پرجوش نعروں سے انھیں یقین دلایا کہ وہ صرف اس پارٹی کو ووٹ دیں گے اور اس کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دیں گے۔ وہ جو کہے گی، وہ کریں گے۔

Akram Allahabadi

ان تقریروں کے بعد مہا پجاری جب اٹھ کر کھڑا ہوا تو لوگ ایڑیوں پر کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے اور کالی ماتا کی جے کار ہونے لگی۔ مہا پجاری نے ہاتھ اٹھا کر ان کی عقیدت کا جواب دیا۔ اور پھر اس نے اپنی تقریر شروع کر دی، لیکن اس کے منہ سے ایک جملہ نکلتے ہی تمام مہمان چونک پڑے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”میں جسے کہوں گا اسے ووٹ دو۔ چاہے وہ میہ پارٹی ہو چاہے کوئی اور۔“

اور اس جواب میں عقیدتمند مجمع نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر چیخ چیخ کر اسے یقین دلایا کہ وہ اس کے حکم پر چلیں گے۔ اس کے ان الفاظ نے سر سالومن کے چہرے کا نقشہ بدل دیا۔ وہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ میڈم سکسا رسیہ پہلو بدلنے لگیں۔ مگر شوکت گرگٹ کی طرح گردن ہلا کر کہہ رہا تھا۔

”یہ بھی ٹھیک ہے۔“

پوجا کے بعد دیوی کو نذرانے چڑھائے گئے اور آج پھر دیوی کالی نے سابق کی طرح چند سیکنڈ کے لیے اوپر سے نازل ہو کر اپنے درشن دیے اور اڑ کر غائب ہو گئی۔ مجمع جب لوٹا تو کالی ماتا اور مہا پجاری کے ہی گن گا رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ریڈ رنگ

یہ عجیب ماحول دیکھ کر بالے کی کھوپڑی چکرا گئی۔ وہ شوکت کی مرمت کرنا چاہتا تھا، لیکن اس کا موقع ہی نہیں ملا۔ کیونکہ مہمان پارٹی کے سب لوگ کسی قدر غصے میں بھرے (جس کا اظہار انھوں نے نہیں کیا) اٹھ کر چل دیے اور نگار شوکت کو بھی ساتھ لیتی گئی۔

بالے کو خان کی تلاش تھی۔ وہ بالآخر مہا پجاری اور اس کی داسی ایڈینا کے ہی پیچھے پڑ گیا۔ اس نے مندر کی دیوار کی آڑ میں چھپ کر ان کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت وہ اپنی شکل میں تھا اور ٹوپی سر پر تھی۔

مندر سے گزر کر مہا پجاری اپنی قیام گاہ میں چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی لڑکی بھی۔

اس نے اس پرانی عمارت کی دیوار کے قریب ہی ایک جھاڑی کے نزدیک اپنا ڈیرہ جما دیا۔ وہ آج مہا پجاری اور ایڈینا پر خود نظر رکھنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ یہ دونوں اس پراسرار گروہ کے خاص آلۂ کار ہوں گے۔ اور اسی طرح اسے وہاں بیٹھے تقریباً دو گھنٹے گزر گئے۔ وہ اس وقت چونکا جب دو گھنٹے کے بعد اس نے عمارت کے عقبی دروازے پر ایک کار رکتے دیکھی۔ ایک آدمی اس کار سے اتر کر تیزی سے اندر گیا، لیکن بالے نے اسے پہچان لیا۔ وہ ابراہام تھا۔ وہ اس کے چند منٹ بعد ہی مہا پجاری اور ایڈینا اس کے ساتھ باہر آ گئے۔ مہا پجاری اپنی وہی صندلی چادر لپیٹے تھا، لیکن ایڈینا نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ وہ اس کار میں بیٹھ گئے اور ابراہام نے کار اسٹارٹ کر دی۔ کار جیسے ہی بالے کے قریب سے گزرنے لگی۔ اس نے بندروں کی طرح ایک جست کی اور اس کی اسٹپنی پر سوار ہو گیا۔ پھر کار کی رفتار تیز ہو گئی اور اسے اپنا توازن سنبھالنا پڑا۔

یہ کار شہر کے باہر کی سڑکوں پر چلتی رہی، جہاں سناٹا تھا اور نہ بھی ہوتا تو جب کوئی دوسری کار یا آدمی سڑک سے گزرنے لگتے، بالے آنکھیں بھینگی کر کے منہ اس طرح ٹیڑھا کر لیتا جیسے کوئی

Akram Allahabadi

پاگل زبردستی کسی کار کی اسٹپنی پر چڑھ بیٹھا ہو۔لوگ اسے دیکھ کر ہنستے گزر جاتے۔کار شہر کے باہر نکل کر مشرقی مضافاتی علاقے میں گھوم گئی اور تقریباً ایک میل چل کر سائگی ناکے کے غیر آباد چوراہے پر کچھ فرلانگ کے فاصلے پر کچی سڑک کے کنارے پر بنے ہوئے ایک اونچے شیڈس والے کارخانے کے دروازے پر رکی۔چوکی دار کوئی نیپالی تھا، جو کار کو دیکھتے ہی دوڑ کر دروازے کھولنے لگا۔اندر احاطہ تاریک تھا، جہاں اس کار کو پارک کر دیا گیا۔اس کے بعد دو شیڈس کو عبور کر کے تیسرے کے قریب بنے ہوئے ایک لیبارٹری نما حصے میں داخل ہو گئے، یہاں سیاہ وردی والے دو محافظ موجود تھے، جن کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔کارخانے کا یہ منظر باہر کسی سمت سے نظر نہ آسکتا تھا اور باہر سے کارخانہ بند ہی معلوم ہوتا تھا۔ابراہام ان کی رہنمائی کر رہا تھا۔وہ جیسے ہی اس حصہ عمارت کا برآمدہ عبور کر کے ایک روشن کمرے میں داخل ہوئے، ابراہام نے دروازہ بند کر دیا۔یہاں ایک لمبی میز کے دونوں طرف کرسیوں پر وہ تمام لوگ موجود تھے، جو ایسی ہی ایک پچھلی میٹنگ میں پائے گئے تھے۔صرف شوکت کی کمی تھی۔شاید اسے ایک کھلونے کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔

مہا پجاری جیسے ہی اندر داخل ہوا وہ سب اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگے، مگر وہ مسکرا دیا۔دو نشستیں خالی تھیں۔مہا پجاری اور ایڈینا کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"تمہیں مہا پجاری کیا بنا دیا گیا کہ تم سب ہڑپ کر جانے کے لالچ میں آ گئے۔" سر سالومن نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے ان نذرانوں اور چڑھاووں کی لالچ نہیں ہے۔" مہا پجاری نے سر سالومن کو نفرت انگیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"تو تم طاقت کے زعم میں آ گئے ہو؟" ایک دوسرے ممبر نے اعتراض کیا۔

"میں کاٹھ کا الو بھی نہیں ہوں۔"

"تم نے غداری کی ہے۔تم نے پبلک کو اعتماد میں لے کر باس سے غداری کی ہے۔ تنظیم سے غداری کی ہے۔" میڈم سکساریہ میز پر ہاتھ مارتے ہوئے چیخنے لگی۔مگر پجاری صرف

Akram Allahabadi

مسکراتا رہا۔ جس پر دوسرے مشتعل ہوگئے اور ایک قسم کا شور مچ گیا، لیکن ایک کڑکتی آواز نے ان سب کو خاموش کر دیا۔ وہ چونک پڑے۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور سیاہ چشمہ آنکھوں پر لگائے ایک سرخ و سپید رنگ کا صحت مند آدمی سیاہ سوٹ میں ملبوس اندر داخل ہوا۔ دوسرے اسے دیکھتے ہی رہ گئے، لیکن سر سالومن، مادام سکسار یا اور ایڈینا فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

"باس۔" ان کی زبانوں سے نکلا۔ مہا پجاری بیٹھا ہی رہا، لیکن دوسرے بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ سر ہلاتا ہوا سامنے والی بڑی نشست پر بیٹھ گیا۔

"یہ ہمارا باس ہے؟" ایک ممبر سرگوشی کے لہجے میں دوسرے سے پوچھنے لگا۔

"میں نے خود اسے کبھی نہیں دیکھا۔" دوسرا بولا۔

"آج کا واقعہ ایسا واقعہ ہے جس کے لیے مجھے اپنی ذات اور اپنے مقام کو خطرے میں ڈالنا پڑا ہے۔" وہ باس قسم کا سیاہ چشمے والا بھاری آواز میں بولا۔ اور بند کھڑکی کی آڑ میں کیٹر کے درختوں میں چھپا ہوا بالے اس کی آواز پہچان گیا۔ یہ وہی آواز تھی جو قید کے عالم میں اس جالی سے سنائی دی تھی۔

"تعجب ہے کہ جب ہمارا کام ہماری مرضی کے مطابق ہو چکا ہے تب ایک ایسی بات ہوگئی۔" اس کا اشارہ مہا پجاری کی طرف تھا۔ "جس کے لیے خود مجھے آنا پڑا۔ میں نے تمام سرگرمیاں ختم کرا دی تھیں، کیونکہ شہر کے ان تمام مقامات پر جہاں میٹنگیں ہو چکی ہیں، پولیس کی نظر میں تھیں۔ اور میں نہیں چاہتا تھا کہ پولیس یہاں تک پہنچے، لیکن تم... تمہاری بدنیتی سے یہ سب کچھ ہوا۔" یہ کہتے کہتے اس کا لہجہ خوفناک ہوگیا۔

"اس میں بدنیتی کو کوئی سوال نہیں۔ تم اپنی غرض کے لیے یہ پارٹی بنوا کر میرے ذریعے اپنی مرضی کی حکومت قائم کر لینا چاہتے ہو اور میں اس ڈرامے میں اپنے رول کی قیمت چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" باس بگڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ "جانتے ہو میں تمہیں چیونٹی کی طرح مسل

Akram Allahabadi

سکتا ہوں؟"

"تب تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تمہاری ساری محنت بیکار جائے گی۔"

"اوہ، آخر تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"اپنے وطن کو غیروں کی مرضی کے حوالے کرنے کی قیمت معمولی نہیں ہوسکتی۔ جب کہ میں جانتا ہوں کہ تم یہاں اس کٹھ پتلی حکومت کی آڑ میں لوٹ کھسوٹ مچاؤ گے۔" مہا پجاری نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"چپ رہو ورنہ دھجیاں اڑا دوں گا تمہاری بھی اور تمہارے شہر کی بھی۔" اس نے میز پر گھونسا مار کر کہا۔

"کچھ حاصل نہ ہوگا اس سے۔" مہا پجاری دونوں ہاتھ جھٹک کر بولا۔

"کیا مطالبہ ہے تمہارا؟" اس نے نرم ہو کر پوچھا۔

"اس پارٹی کی جو حکومت بنے گی میں اس کا وزیر اعلیٰ بنوں گا۔"

"لیکن اگر تم نے میرے کسی حکم کی بجا آوری سے انکار کیا تو؟"

"تم طاقتور رہو، نبٹ سکتے ہو۔"

"تمہیں اپنے صوبے کی پولیس کو کنٹرول میں کرنا پڑے گا، تاکہ میرے کام میں کوئی مداخلت نہ ہو۔"

"بہت خوب، لیکن کام؟"

"جو میں حکم دوں گا۔" باس نے بارعب آواز میں کہا۔

"گولڈ اسمگلنگ؟" مہا پجاری نے الفاظ چباتے ہوئے کہا۔]

"وہاٹ؟" وہ ایک دم اس طرح اچھل پڑا، جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہے۔ اور تمام لوگ ان دونوں کی شکلیں دیکھنے لگے۔

"کون ہو تم؟" یہ کہتے ہوئے سیاہ چشمے والے نے جیب سے پستول نکال لیا۔

Akram Allahabadi

"مہا پجاری۔" مہا پجاری مسکرایا۔

"جھوٹ۔تم وہ ہرگز نہیں ہو سکتے۔اس کے فرشتوں کی مجال نہیں جو میرے سامنے زبان کھول سکے۔" سیاہ چشمے والے نے کہا۔

"مسٹر ریڈ رنگ، یہ ہندوستان ہے۔" مہا پجاری مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کون ہو تم ؟ کون ہو؟" ریڈ رنگ کسی بپھرے ہوئے شیر کی طرح دھاڑا۔

"وہی جس نے تمہارے ہندوستانی ریکٹ کا صفایا کر دیا تھا۔"

"مسٹر کھان؟" ریڈ رنگ نے دوبارہ چونک کر اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"نو کھان، بٹ خان۔"

"اوہ،تم سے نپٹنے کی آرزو لے کر تو میں پیرس سے چلا تھا۔تم سور، حقیر گدھے۔" وہ غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے بولا۔اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"ہندوستان میں اچھے اچھے سور آ کر مرے ہیں، ریڈ رنگ۔تم نہ آتے تو میں وہیں آ کر تمہاری مرمت کرتا۔" خان نے لاپرواہی سے جواب دیا۔کمرے میں موجود تمام لوگ سکتے کے عالم میں تھے۔

"چلو، یہ بھی اچھا ہوا۔" ریڈ رنگ کا موڈ اعتدال پر آ گیا۔"میں آج تمہارا بھی قصہ پاک کیے دیتا ہوں، پھر میرے آدمی آزادی سے یہاں حکومت کر سکیں گے۔" ریڈ رنگ نے ٹرائیگر پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"اکثر خواب کی تعبیر الٹی ہوا کرتی ہے۔"

"میں بتاؤں تمہیں تعبیر۔" یہ کہتا ہوا سر سالومن اچانک خان پر جھپٹ پڑا، لیکن دوسرے لمحے وہ فرش پر اوندھا پڑا تھا۔ایک دوسرے ممبر نے خان پر گھونسا چلانا چاہا، لیکن اپنا ہی جبڑا تھام کر کرسی پر رہ گیا۔

"ٹھہرو،اس کی ضرورت نہیں، میں پہلوانی پسند نہیں کرتا۔بس ایک گولی کافی ہے۔"

Akram Allahabadi

ریڈ رنگ نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

''اس وقت یہ جگہ چاروں طرف سے پولیس کے گھیرے میں ہے، بیٹے۔ جو حوصلہ ہو کر دیکھو۔'' خان نے اس کے پستول کی پرواہ کیے بغیر کہا۔

''اوہ، پولیس؟ میرے رنگز کا تماشا نہیں دیکھا تم نے کیا؟'' ریڈ رنگ نے فخریہ لہجے میں کہا۔

''خوب اچھی طرح، لیکن ریڈیو سے کنٹرول ہونے والے جس کالی پتلی کے ذریعے تم وہ رنگ برساتے تھے، وہ آج کے سائنسی دور میں کوئی محیر العقول ایجاد نہیں ہے۔''

''اور وہ پتلا اڑ بھی سکتا ہے، بات بھی کر سکتا ہے۔ کیا تمہاری پولیس اس کا سامنا کر سکے گی؟''

''ہماری پولیس سادہ لوح عوام کی طرح توہم پرست نہیں۔ تم نے جہاں بھی حملے کیے ہیں، اچانک حملے کیے ہیں، ورنہ میں کب کا تمہارا پول کھول چکا ہوتا۔ تم پردے کی اوٹ میں رہ کر بھی مجھ سے چھپے نہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''اس لڑکی کو پہچانتے ہو؟'' خان نے ایڈینا کی طرف اشارہ کیا۔

''ہاں۔ یہ میرے ہندوستانی ریکٹ کی ایک رکن ہے، جو پولیس کے دباؤ سے اقبالِ جرم پر مجبور ہو گئی تھی۔'' ریڈ رنگ نے کہا۔

''لیکن تم یہ نہیں سوچ سکتے تھے کہ ہر انسان کے اندر اس کا ضمیر بھی ہوتا ہے، جو لاکھ مردہ ہو جائے، مگر کبھی کبھی ضرور اسے اچھا بننے کی تلقین دیا کرتا ہے۔ ایڈینا نے تمہاری نہیں، بلکہ تمہاری موت کے لیے پولیس کی مدد کی ہے۔'' خان کے الفاظ نے ریڈ رنگ کو پھر سرخ کر دیا۔

''کیا یہ ٹھیک ہے، ایڈینا؟'' یہ کہہ کر وہ ایڈینا کی طرف گھوما ہی تھا کہ اسے ایڈینا کے ہاتھ میں بھی پستول نظر آیا، جس کا رخ اس کی طرف ہی تھا۔

Akram Allahabadi

"ہاں ۔اور ہاں یہ بھی کہ میں تم جیسے حرامخوروں سے سخت نفرت کرتی ہوں ۔" ایڈینا فرش پر تھوکتے ہوئے بولی، لیکن اتنی دیر میں میڈم سکسار یہ، ایڈینا کے پستول والے ہاتھ پر ہاتھ مار چکی تھی پستول نیچے گرا تو اسے ایک دوسرے ممبر نے اٹھا کر ریڈ رنگ کی طرف اچھال دیا۔

"ان دونوں کو سامنے کھڑا کر دو، میں ان کی لاشیں تڑپتی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مگر پولیس...؟" سر سالومن نے کہنا چاہا۔

"اسے ختم کرنے میں مجھے زیادہ دیر نہ لگے گی۔" وہ بولا۔

ایڈینا کو لا کر خان کے برابر کھڑا کر دیا گیا۔

"شنکول کہاں ہے؟" ریڈ رنگ نے خان سے ایک اور سوال کیا۔

"وہ بیچارہ تو اسی دن سے حوالات میں بند ہے۔ پولیس نے جس شنکول کو رہا کیا تھا، وہ بھی خاکسار ہے۔"

"اوہ، تو تم بھی لو اس کا انعام۔" یہ کہہ کر ریڈ رنگ نے ٹرائیگر دبا نا ہی چاہا تھا کہ دائیں سمت کی بند کھڑکی ایک جھناہٹ کے ساتھ ٹوٹ گئی اور اس کے شیشے کے ٹکڑے فرش پر بکھر گئے۔ ریڈ رنگ نے پہلی کھڑکی پر ہی فائر کر دیا، مگر اتنی دیر میں خان بجلی کی تیزی سے اپنا ریوالور نکال چکا تھا، جس سے ایک شعلہ نکلا اور ریڈ رنگ کا ہاتھ جھول گیا، ورنہ دوسری گولی یقیناً بالے کی کھوپڑی میں سوراخ کر دیتی۔ یہ دیکھتے ہوئے سر سالومن نے بھی ریوالور نکال لیا اور خان پر فائر کر رہا تھا کہ کھڑکی کی طرف سے ایک فائر ہوا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

فائرنگ کی آواز گونجتے ہی باہر بھاری بوٹوں کی چاپ سنائی دی اور کچھ دیر بعد ہی دروازے کو ٹھوکروں سے کھولتے ہوئے انسپکٹر ڈی سوزا اور انسپکٹر شاہ اندر داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ پولیس کے مسلح آدمی بھی تھے۔

ریڈ رنگ نے یہ دیکھتے ہی اپنی جگہ سے بندر کی طرح جست کی اور قریب ترین کھڑکی کا شیشہ توڑ کر باہر نکل گیا۔ خان اس کے پیچھے دوڑ پڑا، مگر اسی وقت باہر سے بالے کی آواز سنائی دی۔

"بندر کے بچے، اپنے باپ کو بھول گیا تھا کیا؟"

"جانے نہ پائے۔" خان نے بالے کو پکارا۔

"میں نے مشکیں باندھ لی ہیں، اس کے فرشتے بھی نہیں نکل سکتے، آجایئے۔" بالے نے باہر سے آواز دی۔

دوسرے ممبر کیا مقابلہ کرتے، وہ پولیس کے محاصرے کی خبر سے پہلے ہی نروس ہو چکے تھے۔ سب نے سر جھکا کر ہتھکڑیاں پہن لیں۔

ریڈ رنگ کی گرفتاری کے بعد اسی عمارت کے پچھلے حصے کی تلاشی لینے پر خان کو وہ ریڈیو کنٹرول روم مل گیا، جہاں خوفناک کالی ماتا کا پتلا جو چند قدم کے فاصلے پر سے دیکھنے پر اصل معلوم ہوتا تھا اور ایکشن کے وقت جس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلتی تھیں، اسے کھڑکی کے قریب چبوترے پر کھڑا مل گیا۔ اس کی پشت پر آکسیجن کے ٹیوب لگے ہوئے تھے، جن کی مدد سے وہ پرواز کر سکتا تھا۔ اس کا رنگ کیونکہ سیاہ تھا، اس لیے رات میں پرواز کرتے ہوئے نظر نہیں آتا تھا۔

"لیکن یہ کالی مائی تو بولتی بھی تھی نا؟" بالے نے پوچھا۔

"وائرلیس سسٹم۔" خان نے جواب دیا۔ "ریڈ رنگ کسی زمانے میں ملٹری انجینئر بھی رہ چکا ہے۔ اسے ایجادات کا خبط تھا، لیکن ذہن غلط راستے پر لگ گیا، اس لیے عیش کی سوجھ گئی۔" خان نے بتایا۔ "اسکاٹ لینڈیارڈ سے اس کی ہسٹری شیٹ مجھے پہلے ہی مل چکی ہے۔"

"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ ریڈ رنگ کا ہی پھیلایا ہوا جال ہے؟"

"میں نے جب سر سالومن کو غیر ملکی سفارت خانے کے آدمی سے ملتے دیکھا تھا تب سے ہی مجھے شبہ تھا۔ پھر میں نے ایک دن کار میں شنکول کی جھلک دیکھی۔ وہ سر سالومن کے بنگلے سے نکل رہا تھا۔ اس سے مجھے کالی مندر کے ماحول پر شبہ ہوا۔ ویسے ایڈینا کو میں نے پہلے ہی ریڈ رنگ کے پیچھے لگا دیا تھا۔ میں تین دائرے والے کیس کے بعد سے ریڈ رنگ کی آمد کی توقع کر رہا تھا۔ اور جب آلیور آکسیجن کا کارخانہ یہاں کھلا، اسی دن میں نے اخباروں میں ایک اشتہار دیکھا

تھا، جس میں کچھ کارکنوں کی ضرورت تھی، لیکن انگریزی میں آلیور کے 'آ' کو نمایاں لکھا گیا تھا۔ اور دفتر کے ایڈریس نمبر ۱۳۲۷ انشا اسٹریٹ کی لائن میں '۳' کا ہندسہ نمایاں تھا۔ بس وہیں سے میں نے ایڈینا کو پیچھے لگایا۔ پھر میں نے اس سفارت خانے والے کو بھی ریڈ رنگ کے یہاں آتے جاتے دیکھا تھا۔ اور اس طرح سلسلہ ملتا گیا۔ سو یہ سر سالومن وغیرہ اس کے پرانے آدمی تھے۔"

"ریڈ رنگ نے یہاں کچھ اقتدار کے فلاپ سیاستدانوں کو جمع کر کے یہ پارٹی بنوائی تھی۔ اور ان سے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ انھیں حکومت دلوا دے تو اس کے اشارے پر چلیں گے۔ حکومت دلانے کے لیے اس نے لوگوں کے مذہبی جذبات اور قوم پرستی سے فائدہ اٹھانے کا کالی مندر والا اسٹنٹ اور موت کے چکر چلائے اور وہ ان میں بڑی خوبی سے کامیاب ہو جاتا، اگر شکنول کی جگہ میں نہ ہوتا۔ کیونکہ پبلک کو اپنے ہاتھ میں لے کر وہ پولیس کو بے بس کر چکا تھا اور اس پارٹی کی حکومت ہو جاتی تو پولیس والوں سے تو گن گن کر بدلے لیے جاتے" خان نے بتایا۔

"بڑا خطرناک دماغ پایا ہے کمبخت نے، مگر یہ چکر والا معاملہ؟"

"اسی جگہ ایک اسٹور روم میں وہ بھی موجود ہیں۔ وہ دراصل ایلومنیم سے بھی نرم ایسی دھات سے بنائے جاتے ہیں، جن پر عارضی ٹمپریچر کیا جاتا ہے۔ جس سے وہ بلیڈ کی طرح سخت ہو جاتے ہیں، لیکن یہ دھات معمولی سے درجہ حرارت میں پگھل کر پانی جیسی ہو جاتی ہے۔ اور اس قدر حرارت اس چکر کے تیزی سے کرتے ہوئے پرواز کرنے میں ہی پیدا ہو جاتی ہے جو اسے خود بخود گلا دے۔ اس پر اگر کسی کا ہاتھ لگ جاتا ہے تو یہ درجہ حرارت دہری ہو جاتی ہے۔"

"لیکن انھیں پھینکتے کیسے ہو نگے کہ نشان پڑ ہی گئیں؟"

"نشانہ ہر چیز کا قائم ہو سکتا ہے۔ یہ چرخے جیسی اسپرنگ دار مشین سے پھینکے جاتے ہیں۔ وہ جو اس تیزی سے چکر کھاتے ہوئے نکلتے ہیں کہ جس طرح بچوں کے کھیلنے کی پھرکی۔ اور کیونکہ ان کی کور باریک اور تیز دھار ہوتی ہے، اس لیے ہر نرم چیز کر کھیرے کی طرح کاٹ دیتی ہے۔"

"مگر کالی دیوی کیسے چلاتی ہوگی اسے؟"

"وہی ریڈیو کنٹرول سسٹم۔ یہ اس کے سینے پر ٹیلی وژن فوٹو سسٹم لگا ہوا ہے۔ یہ جہاں جہاں سے پرواز کرے گی، وہاں کے مناظر اس کے اسکرین پر نظر آتے رہیں گے۔ اور جہاں اس سے کام لینا ہوا، اسکرین پر ہی نشانہ لے کر بٹن دبا دیا۔ بس اس کے ہاتھ سے منسلک مشین چکر کو نشانے پر اڑا دیتی ہے۔"

"چلیے جان چھوٹی اس سے تو۔ اپنا اشوک چکر ہی اچھا ہے جو کسی چکر میں نہیں ڈالتا۔"

"لیکن گدھوں کو گھن چکر خوب بنا دیتا ہے۔"

"گدھوں کو بنا تا ہوگا بالے صاحب کو نہیں۔"

اور دوسرے دن اخبارات میں اس سنسنی خیز نیم سیاسی، نیم مجرمانہ اور خوفناک سازش کے سلسلے میں جب پولیس کے انکشافات شائع ہوئے تو پولیس اور پبلک کے غم و غصے کا یہ عالم تھا کہ خود کالی کے عقیدتمندوں نے کالی مندر کی اینٹیں تک اکھاڑ دیں۔

وہ سڑکوں پر چلاتے پھر رہے تھے، تمام غداروں کو ریڈ رنگ کے ساتھ پھانسی دے دو۔

اور دوسری طرف شوکت بالے کے پیر پکڑے ہوئے تھا۔

"اللہ قسم، اس سالی نے زبردستی مجھے لیڈر میڈر بنوا دیا تھا۔ میرے باپ دادا نے کبھی لیڈری نہیں کی۔ بس اس بار بچوا دو، بالے بھائی۔ میں تو سرکار کا، یانی کہ جنم جنم کا وفادار ہوں۔ اللہ قسم قوم موم سے غداری کرنے والے سور کے بچے کی قبر پر کبھی فاتحہ بھی نہیں پڑھوں۔"

اور بالے اطمینان سے بیٹھا اس سے اپنے پیر دبوا رہا تھا۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆